بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن وسنت کی روشنی میں

زیارتِ قبور حیات برزخی
اور
ایصالِ ثواب کا
تحقیقی جائزہ

تحریر
علامہ سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

الزہراء کمپیوٹر سینٹر
عثمان غنیؓ کالونی مصریال روڈ صدر راولپنڈی کینٹ
فون: 5586329

فہرست




بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن وسنت کی روشنی میں

زیارتِ قبور حیات برزخی اور ایصالِ ثواب کا تحقیقی جائزہ

تحریر

علامہ سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

الزہراء کمپیوٹر سینٹر

عثمان غنی کالونی مصریال روڈ صدر راولپنڈی کینٹ

فون: 5586329

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

" الحمدلله الذی احیا نا و یمیتنا و یحیینا و الیه النشور و الصلوة و السلام علی رسوله الاعظم الذی هو شفیع المذنبین یوم الشذو ذوالنشور و علی آله ائمة الهدی و صحبه قواد التقی و اولیا ء امته و امة ذوی النقی اما بعد " ٥

ابتدائیہ

زیارت قبور کے لئے جانے والوں پر جس انداز سے بدعت و شرک کے تیر برسائے جاتے اور انہیں مطعون وملعون قرار دیا جاتا ہے۔ یہ ایسی باتیں ہیں۔ جن سے خواص و عوام کی دل شکنی بھی ہوتی ہے۔ اور امت گروہ بندی کا شکار بھی بن کے الجھن میں پڑ جاتی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ قرآن وسنت سے اس مسئلے کا حل قارئین کے سامنے پیش کردیں۔ علمی اختلاف تو نعمت ہے اس سے خیالوں میں وسعت اور افکار میں تازگی آتی ہے۔ مگر جب تحقیق کی جگہ تنگ نظری اور تعصب آجائے تو اذہان محدود اور افکار نابود ہو جاتے ہیں۔ یہی تعصب پھر فساد اور قتل و غارت کا سبب بن جاتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ملت کو ایسے تنگ نظر لوگوں نے اپنی آماجگاہ بنا رکھا ہے۔ قرآن حکیم کو بازیچہ اطفال بنا دیا ہے اور جو حدیث بھی پیش کی جائے اسے یہ مولوی نما ان پڑھ حضرات اور اردو رسالوں کی مستند خواتین ضعیف قرار دے دیتی ہیں۔ حالانکہ انہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ ضعیف حدیث کیا ہے؟

قرآن حکیم آج نازل نہیں ہوا۔ چودہ سو سال سے زائد عرصہ سے امت اسے پڑھتی آرہی ہے۔ سنت پر بھی اتنے ہی عرصہ سے عمل ہو رہا ہے اجماع امت بھی موجود رہا ہے اور اجتہاد کے حقدار جہاد بھی فرماتے رہے ہیں۔ شریعت کے یہی چار ماخذ ہیں۔ مگر مڈل فیل لوگ چند رسالے پڑھ کر مجتہد بن گئے ہیں اور امت کے مجموعی اعمال کو بدعت اور شرک قرار دے کر لوگوں کو الجھن میں ڈالتے ہیں۔ قرآن مجید کا خطاب جہاں کفار سے ہے۔ وہ اسے مسلمانوں کی طرف پھیر رہے ہیں قرآن پاک جہاں بتوں کی تکذیب کرتا ہے۔ وہ ان آیات کا رخ عطر امت اولیائے ملت کی طرف پھیر دیتے ہیں۔ اور کمال بے باکی سے انہیں بدعتی اور مشرک کہتے چلے جاتے ہیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ علمی انداز سے زیارت قبور پر جامع سا تبصرہ کر دیں تا کہ حقیقت واضح ہو۔ اگر کسی کو علمی اختلاف ہے تو وہ اسے علمی انداز سے سامنے لائے۔ صرف کفر و شرک کے فتوؤں سے کوئی مسئلہ نہ حل ہوا ہے نہ ہوگا۔

کیا قرآن مجید میں قبروں پر جانے سے روکا گیا ھے؟

قرآن حکیم میں قبروں پر جانے سے کہیں بھی منع نہیں فرمایا گیا۔البتہ سورۃ ممتحنہ پارہ نمبر 28 کی تیرویں آیت میں ارشاد ہے۔

"یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْھِمْ قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ کَمَا یَئِسَ الْکُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ"○

ترجمہ: ''اے ایمان ولو! ایسے لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔وہ آخرت سے مایوس ہو چکے ہیں۔جس طرح کافر قبروں والوں سے مایوس ہو چکے ہیں''۔

کفار کا عقیدہ تھا کہ جو لوگ مر کر مٹی ہو گئے ہیں۔اب انہوں نے زندہ نہیں ہونا ہے۔قرآن حکیم فرماتا ہے کہ وہ ان کی زندگی سے مایوس ہیں۔اب اشارۂ نص سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مسلمان اس کی زندگی سے مایوس نہیں ہے۔کیونکہ ارشاداتِ نبویؐ کے مطابق جن کا ذکر آگے آتا ہے۔وہ قبر میں یا تو انعام خداوندی سے لطف اندوز ہو رہے ہیں یا پھر عذابِ خداوندی سے تڑپ رہے ہیں۔دونوں صورتوں میں وہ زندہ ہیں اور زندوں کے پاس جانے سے قرآن مجید نے، سنت نے، اجماع امت نے، ائمہ مجتہدین نے اور عقل سلیم نے کہیں نہیں روکا ہے۔تبھی تو سب لوگ زندوں کے پاس جاتے ہیں۔تو جن کی زندگی اسلام کے نزدیک ثابت ہے۔ان کے پاس کیوں نہ جایا جائے۔

کچھ آیات کے مفاہیم کو بدل کر مردوں کے نہ سننے کا ذکر اس لئے بے معنی ہے کہ ان مردوں سے مراد وہ زندہ کافر ہیں جو سنتے ہوئے نہیں جانتے۔انہیں قرآن پاک نے بے بہرہ، بے عقل اور اندھا قرار دیا اور مردہ فرمایا۔انہیں جانوروں سے بدتر کہا۔اس موضوع پر بیسیوں آیات قرآن حکیم نے مختلف اندازوں سے بیان فرمائی ہیں۔اگر ضرورت پیش آئی تو ایک ایک کر کے پیش کر دی جائیں گی۔لہٰذا ان سب آیات کا موضوع زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اور مندرجہ بالا آیت سے بطور اشارۂ نص اور بطور اقتضائے نص قبر والوں کی زندگی ثابت ہے۔اور سنت نے اسی کی بھرپور تلقین فرما کر تائید فرمائی ہے جس کا تفصیلی ذکر آگے آرہا ہے۔

کیا احادیث مبارکہ میں قبروں پر حاضری کی ممانعت ہے؟

ابتدائے اسلام میں کچھ مصالح کے پیش نظر قبروں پر جانے کی ممانعت تھی اسلام کا ابھی آغاز ہوا تھا اور جاہلیت کی رسوم کا قلع قمع ضروری تھا۔ لہذا مردوں عورتوں سب کو قبروں پر جانے سے منع کر دیا گیا۔ ختم المرسلین ﷺ کا ارشاد عالی ہے۔

"قد کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور" o (ترمذی جلد 1۔ صفحہ 203، سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ: "میں تمہیں قبروں کی زیارتوں سے روکا کرتا تھا"۔

اس جملے سے پتہ چلا کہ ابتدائے اسلام میں قبروں پر جانے سے اسلام نے روکا تھا۔ معاشرہ پکا مشرک تھا وہ حیات بعد الموت کے قائل نہیں تھے۔ اسلام نے حیات بعد الممات کا اعلان فرمایا۔ مگر ابتدائی دور میں قبروں پر جانے سے روک دیا تا کہ اسلامی عقائد اور باطل شرکیہ عقائد مل جل نہ جائیں۔ ایک طرف تو وہ زندگی اسی ظاہری دنیا کی زندگی کو سمجھتے تھے اور دوسری طرف مرنے والوں کے متعلق ان کے عجیب عقائد تھے۔

ایک عجیب عقیدہ

وہ کہتے تھے مرنے والے کی روح اس کے دماغ میں باقی رہتی ہے وہ اسی انتظار میں ہوتی ہے کہ اس کی کوئی پیاری شخصیت قبر پر آئے تو وہ پرندے کی شکل میں قبر سے نکل کر اڑ جائے۔

لیلیٰ کا امتحان

مجنوں مر گیا اسے دفن کر دیا گیا۔ عورتوں میں بات چلی کہ لیلیٰ اس کی محبوبہ تھی لہذا مجنوں کی روح تب پرندے کی شکل میں اس کی قبر سے اُڑ کر نکلے گی۔ جب مجنوں کی قبر پر لیلیٰ جائے گی۔ گرمیوں کی وجہ سے عرب خواتین قافلوں کی شکل میں رات کو سفر کرتی تھیں۔ لیلیٰ بھی اپنی ہمجولیوں کے ساتھ رات کو سفر میں نکلی۔ راستے پر قبرستان تھا جہاں مجنوں مدفون تھا۔ سہیلیوں نے بے حد اصرار کیا کہ مجنوں کی قبر پر جایا جائے تا کہ اس کی روح پرواز کر سکے۔

سہیلیوں کے مجبور کرنے پر لیلیٰ مجنوں کی قبر کی طرف بڑھی اتفاق سے قبر پر الو براجمان تھا۔

قدموں کی آہٹ پا کر وہ پھڑ پھڑا کر اُڑ گیا پھر کیا تھا۔ عقیدہ اور پختہ ہو گیا سارے عرب میں خبر پھیل گئی کہ واقعی مجنوں کی روح لیلیٰ کے انتظار میں رہی۔ وہ تب جسمِ مجنوں سے نکلی جب لیلیٰ وہاں گئی سہیلیوں نے لیلیٰ کو سچے عاشق کے انتظار پر مبارک بادیاں پیش کیں۔

جب عقیدہ ہی یہ ہو کہ مرنے والا مٹی ہو گیا۔ موت کے بعد نہ قبر میں زندگی ہے اور نہ ہی قیامت قائم ہو گی۔ تو پھر قبروں پر جانے کا جواز کیا ہوا؟ لہٰذا اسلام نے سب قبروں پر حاضری سے روک دیا۔ مگر عورتوں کا خصوصاً شدت سے روکا۔ کیونکہ وہ نرم طبیعت کی ہوتی ہیں اور وہاں جا کر جاہلیت کے اشعار اور مرنے والے کی شان میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتی ہیں۔ آپ قدیم عربی شاعری کے مرثیئے ادبی کتب سے دیکھ لیں آپ کو تفصیلات معلوم ہو جائیں گی۔

ان کی ان لغویات کی اسلام اجازت نہیں دے سکتا تھا۔ لہٰذا ابتدائی ایام میں اس نے شدت سے عورتوں کو قبروں پر جانے سے روکا۔ ارشاداتِ نبویؐ ملاحظہ فرمائیں:

ابتداء میں عورتوں کو ممانعت (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ کے حوالے)

۱) "ان رسول اللہ ﷺ لعن زوارات القبور" o (ترمذی جلد 1 صفحہ 203 مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ: "یقیناً رسول اللہؐ نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے"۔

یہ حدیث اقدس اسی دور سے متعلق ہے جب اجازت نہیں تھی۔ اب ذرا ابوداؤد جلد 2 صفحہ 105 مطبوعہ سعید کمپنی کراچی بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

۲) "عن ابن عباسؓ ! قال لعن رسول اللہؐ زائرت القبور" o

ترجمہ: "حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں کو لعنت فرمائی ہے"۔

۳) آگے بڑھنے سے پہلے آپ ابن ماجہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔ (صفحہ 114 مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)

تین صحابی۔۔۔ حسان بن ثابتؓ، ابن عباسؓ اور ابوھریرۃؓ۔۔۔ یک زبان حدیث کے یہ

الفاظ نقل فرماتے ہیں۔

"لعن رسولؐ زوارات القبور" ○ (باب ماجاء فی النھی عن زیارۃ النساء القبور)

ترجمہ: "اللہ کے رسولؐ نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے"۔

۴) صاحبِ مشکوۃ نے مشکوۃ جلد 1 صفحہ 154 پر امام احمد، امام ترمذی اور علامہ ابن ماجہ سے یہ روایت لی ہے۔

انہوں نے امام ابوداؤد کا ذکر نہیں فرمایا ہم نے ان سے بھی روایت لے لی ہے۔ اب یہ حدیث چار کتابوں میں آ گئی ہے۔ جن میں سے تین صحاح ستہ میں شامل ہیں اور پانچویں کتاب مشکوۃ آ گئی۔

اگر ان ارشادات کے بعد اجازت مرحمت نہ فرمائی گئی ہوتی تو پھر خواتین کا قبروں پر جانا مطلقاً ناجائز ہوتا۔

امام ترمذی نے عورتوں کو قبروں پر جانے کی ممانعت کی وجہ یہ ارشاد فرمائی ہے۔

"لقلة صبر هن و كثرة حز عهن" ○ (ترمذی جلد 1 صفحہ 203، مشکوۃ جلد 1 صفحہ 153)

ترجمہ: "کیونکہ ان میں صبر کم ہوتا ہے اور جزع فزع کی کثرت ہوتی ہے"۔

بہرحال مختلف اسباب کی وجہ سے اسلام کے ابتدائی دور میں نبی رحمتؐ نے خواتین کو قبور پر جانے سے روک دیا تھا۔

ممانعت کی ان احادیث کے بعد اب اجازت والی احادیث کی طرف بھی توجہ مبذول فرمائیں

کیا قبروں پر جانے کی احادیث میں اجازت ھے

ابھی ہم اوپر قبروں پر نہ جانے والی حدیث، کا ایک فقرہ نقل کر آئے ہیں۔ آیئے پوری حدیث نقل کریں۔

"قال رسول اللهؐ قد كنت نهيتكم عن زيارة القبور فقد اذن لمحمدؐ فی زيارة قبر امه فزوروها فانها تذكر الآخرة" ○ (ترمذی جلد 1 صفحہ 203 مطبوعہ مذکور)

ترجمہ: ''رسول کریمؐ نے فرمایا! میں تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا کرتا تھا بے شک محمد مصطفیٰ ؐ کو اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت دے دی گئی ہے۔ اب تم بھی قبروں کی زیارت کیا کرو۔ یہ زیارت آخرت کی یاد دلاتی ہے''۔

اسلام کے عقائد پختہ ہوگئے تو سید کل علیہ السلام نے مقام ابواء پر اپنی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا کی قبر اقدس کی زیارت فرمائی۔ اپنے غلاموں کو بھی اجازت مرحمت فرمائی کہ وہ بھی قبروں کی زیارت کیلئے جایا کریں۔ فلسفہ یہ ارشاد ہوا کہ وہاں جا کے آخرت یاد آتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ آخرت کی ایک اور زندگی بھی ہے۔ جو دائمی ہے آپ قبر پر جائیں گے تو آخرت یاد آئے گی۔ آپ نتیجۃً بدی سے بچ جائیں گے۔ تاکہ آخرت کی زندگی میں عذاب نہ ہو اسطرح قبر کی زیارت آپ کے لئے زندگی سنوارنے کا وسیلہ بن گئی تو یہ بہت بڑا فائدہ تھا۔ جو قبر کی زیارت سے حاصل ہوا۔

مزید برآں آپ نے وہاں سوچا کہ صاحبِ مزار مجھ سے جسمانی قوتوں میں بہت آگے تھا علم میں آگے تھا۔ عبادت وریاضت میں آگے تھا۔ دولت میں آگے تھا مگر آج ان میں سے کوئی بھی اسے قبر سپردگی سے نہیں بچا سکا۔ کل مجھ پر بھی یہی کوائف گزرنے ہیں تو یہاں آنے سے پہلے مجھے راہِ حیات کو حسن عمل سے جلا بخشنی ہوگی۔ تاکہ آخرت کے مراحل خوش اسلوبی سے طے ہوجائیں تو اس طرح بھی قبر اس کی اصلاح کا وسیلہ بن گئی۔

رہی یہ بات کہ اگر وہ کسی نبی، صحابی یا ولی کی قبر ہے تو اس کے وسیلے سے دعا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس کی بحث آگے آتی ہے۔

اب عورتوں کو بھی اجازت ہے

پہلی بات یہ یاد رکھیں کہ اسلامی احکام میں اگر مذکر کے صیغے استعمال ہوں تو وہ صرف مردوں کے لئے نہیں ہوتے۔ بلکہ ان الفاظ میں خواتین بھی شامل ہوتی ہیں۔ مثلاً قرآن پاک کہتا ہے۔

"اقیموا الصلوۃ" (تم سب مرد نماز پڑھو) "و آتوا الزکوۃ" (تم سب مرد زکوۃ دو) تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں نماز نہ پڑھیں اور زکوۃ نہ دیں۔ کیونکہ حکم میں مذکر کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ حکم بالا میں عورتوں کو بھی اجازت ہے کہ وہ قبروں کی زیارت کیلئے جاسکتی ہیں۔ دوسری بات یہ یاد رکھیں کہ اسی حدیث کی شرح میں علامہ طیبی اور امام نووی نے فرمایا ہے کہ رخصت و اجازت میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل ہیں۔

"فرأی بعض اهل العم ان هذا کان قبل ان یرخص زیادة القبور فلمارخص عمت الرخصة لهن فیه . طیبی و منهم من قال لا یکره" ٥ (نووی، ترمذی جلد 1 صفحہ 203 حاشیہ 9)

ترجمہ: "بعض اہل علم کا یہ خیال ہے کہ (عورتوں کو زیارت سے روکنا) زیارت قبور کی اجازت سے پہلے کی بات ہے جب قبروں کی زیارت کی اجازت ملی تو اس رخصت و اجازت میں خواتین بھی شامل ہوگئیں"۔ (طیبی)

کچھ علماء نے فرمایا کہ عورتوں کا مزارات پر جانا مکروہ نہیں ہے۔ (نووی)

امام ترمذی کی تحقیق

امام ترمذی نے حدیث کا مقام بھی ذکر فرمایا ہے اور ائمہ کے ارشادات بھی نقل کیے ہیں۔

ملاحظہ ہو ترمذی جلد 1 صفحہ 203 فرماتے ہیں:

"قال ابو عیسیٰ هذا حدیث حسن صحیح و قدرأی بعض اهل العلم ان هذا کان قبل ان یرخص النبیؐ فی زیارت القبور فلما رخّص دخل فی رخصة الرجال و النساء وقال بعضهم انما کره زیارة القبور فی النساء القلة صبر هن و کثرة جز عهن" ٥

ترجمہ: "ابوعیسیٰ امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ ممانعت اس سے پہلے تھی۔ کہ نبی رحمتؐ عورتوں کو قبروں کی زیارت کی اجازت فرماتے جب آپؐ نے

اجازت فرمائی اس اجازت میں مرد و عورتیں سب شامل ہو گئے۔ کچھ علماء کا خیال ہے کہ عورتوں کو محض اسلئے روکا گیا تھا کہ ان میں صبر کی کمی اور جزع و فزع کی کثرت ہوتی ہے''۔

امام ترمذی کی اس تحقیق کو ان کے حوالے سے صاحب مشکوۃ نے بھی نقل فرمایا ہے۔

(جلد 1 صفحہ 154)

امام مسلم کی صحیح مسلم

امام مسلم اپنی کتاب صحیح مسلم (جلد 1 صفحہ 314)، مطبوعہ سعید کمپنی کراچی

''واستاذنته ازور قبرها فاذن لی''o

ترجمہ: ''میں نے اللہ تعالیٰ سے اجازت چاہی کہ ان کی (اپنی والدہ ماجدہ) کی قبر کی زیارت کرلوں تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت دے دی''۔

اگلی حدیث کے آخر میں یہ جملہ زائد ہے۔

''فزوروا القبور فانها تذکرکم الموت''o

ترجمہ: ''تم قبروں کی زیارت کرو۔ یہ زیارت تمہیں موت کی یاد دلاتی ہے''۔

اس سے آگے تیسری حدیث کے الفاظ یوں ہیں۔

''کنت نهیتکم عن زیاة القبور فزوروها''o

ترجمہ: ''میں تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا کرتا تھا اب تمہیں زیارت کی اجازت ہے''۔

امام مسلم نے یہ حدیث چھ مختلف سندوں سے بیان فرمائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث ان کے نزدیک مسلّم ہے۔

احادیث میں الفاظ مذکر ہیں مگر اس میں انواع انسانیت۔۔۔ یعنی مرد، عورتیں، بچے، جوان اور بوڑھے شامل ہیں۔ یہ احکام کی باتیں ہیں اور احکام میں تخصیص نہیں ہوتی ان میں عمومیت ہوتی ہے آپ کہتے ہیں قاتل کی سزا موت ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ عورت قتل کرے تو اسے سزا نہیں ہوگی۔ یہاں بھی ان علماء کی رائے ہی درست ہے جنہوں نے فرمایا کہ جب زیارت کی اجازت

دی گئی تو عورتیں بھی اس اجازت میں شامل ہوگئیں۔

ہم آگے چل کر بتائیں گے کہ پھر ازواج مطہرات اور صحابیات نے اس اجازت سے فائدہ اٹھایا اور وہ قبروں کی زیارت کے لئے جاتی رہیں۔

امام ابوداؤد کی روایات

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان احادیث کو اپنی اسناد سے روایت فرمایا ہے ذرا انہیں بھی پڑھتے چلیں۔

"فأستاذنت ان ازوار قبرها فاذن لی فزوروا القبور فانها تذکر بالموت"o (ابوداؤد جلد 2 ص۔ 145۔ باب فی زیارۃ القبور مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ: "پس میں نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت چاہی تو مجھے اللہ تعالیٰ نے اجازت عطا فرمادی ہے اب تم بھی قبروں کی زیارت کرو یہ قبریں موت کی یاد دلاتی ہیں"۔

"قال رسول اللہؐ نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فان في زيارتها تذكرة"o (ابوداؤد جلد 2 صفحہ 145۔ باب فی القبور مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا۔ اب قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ کہ ان کی زیارت سے موت یاد آتی ہے"۔

یہاں تذکرہ کا معنی نصیحت بھی کر سکتے ہیں یعنی قبروں کی زیارت سے نصیحت حاصل ہوتی ہے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ قبروں کی زیارت کی اجازت بھی سید کلؐ نے عطا فرمادی اور اس زیارت کا فلسفہ بھی بیان فرما کر ہمیں توجہ دلا دی کہ اپنی موت کو یاد رکھنا، دنیا کی رعنائیوں میں کھو نہ جانا۔

نسائی شریف کی روایات

اب صحاستہ کی ایک اور کتاب نسائی شریف کا بھی مطالعہ کرتے چلیں۔

"قال رسول اللہؐ نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها"o (نسائی جلد 1 صفحہ 221 باب زیارۃ القبور)

ترجمہ: ''رحمت عالمؐ نے فرمایا! میں تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا کرتا تھا۔ اب اجازت ہے کہ تم قبروں کی زیارت کیا کرو''۔

''عن عبدالله بن بریدة عن ابیه انه کان فی مجلس فیه رسول اللهؐ فقال... و نهیتکم عن زیارة القبور فمن اراد ان یزور فلیزر ولا تقولو اهجراً'' o (نسائی جلد 1 صفحہ 221 باب زیارۃ القبور)

ترجمہ: ''عبداللہ بن بریدہ اپنے والد بریدہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ (بریدہ) اس مجلس میں موجود تھے۔ جس میں سید کائناتؐ تشریف فرماتھے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا۔۔۔ میں تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا کرتا تھا۔ اب (اجازت ہے) جو چاہتا ہے وہ زیارت کرے مگر بے ہودہ گوئی کرنے کی اجازت نہیں ہے''۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ قبروں کی زیارت سے روکنا اس وجہ سے تھا کہ وہ لوگ وہاں غلط باتیں کرتے تھے۔ یہ اشعار بھی ہوتے مسجع عبارات بھی ہوتیں، بینوں کے سات رونا دھونا بھی ہوتا رہی یہ بات کہ اصحاب قبور کو وہ لوگ متصرف اور مرنے کے بعد کچھ کرنے والا سمجھتے تھے۔ تو یہ بات غلط ہے۔ وہ تو انہیں ہمیشہ کیلئے ختم سمجھتے تھے ان کا عقیدہ تھا۔ ان میں اب زندگی کی رمق بھی نہیں ہے۔ تو جو ہر قسم کی حیات سے عاری ہے اسے مختلف معاملات میں کون متصرف اور حاجت پوری کرنے والا کیسے سمجھ سکتا ہے۔

اب بات رہی مسلمانوں کی تو جاہل سے جاہل مسلمان بھی متصرف حقیقی اور اصلی حاجت روا صرف اور صرف اللہ کریم کو سمجھتا ہے۔ اگر وہ جاہل ہے تو اس سے بڑا جاہل وہ ہے جو اسے مشرک قرار دے رہا ہے۔ حالانکہ وہ ان پڑھ بیچارا تو اپنے عقیدۂ توحید میں اس لکھے پڑھے جاہل سے زیادہ پختہ ہے۔

اگلی حدیث ملاحظہ ہو!

''واستازنت ان ازور قبرها فاذن لی فزور والقبور فانها تذکر الموت'' o (نسائی جلد 1 صفحہ 221 باب زیارۃ القبور)

ترجمہ: ''اور میں نے اپنی والدہ مکرمہ کی قبر کی زیارت کی اجازت چاہی۔ تو اللہ کریم نے مجھے اجازت دے دی (اب تمہیں بھی اجازت ہے) تم بھی قبروں کی زیارت کرو۔ ان کی زیارت موت کی یاد دلاتی ہے''۔

امام نسائی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی تین مختلف اسناد سے زیارت قبور کی اجازت حضور ختمی مرتبت علیہ السلام سے نقل فرمائی اور اس اجازت میں مرد اور عورتیں سب شامل ہیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ محدثین مشرک کی قبر کی زیارت کی بھی اجازت دیتے ہیں۔ امام نسائی نے تو اپنے باب کا عنوان ہی زیارۃ قبر المشرک (مشرک کی قبر کی زیارت) رکھا ہے مگر حد ہے کہ اب انبیاء علیہم السلام اور اولیاء علیہ الرحمۃ کی قبور کی زیارت کو شرک اور بدعت کہا جاتا ہے۔

"فاعتبروا یاولی الابصار" o (الحشر۔۔۔۔۔2)

سنن ابن ماجه کی روایات

اب حدیث پاک کی ایک اور مستند اور صحاح ستہ میں شامل کتاب سنن ابن ماجہ بھی پڑھ لیں۔

الف) "قال رسول اللہ زوروا القبور فانها تذکرکم الآخراۃ" o (ابن ماجہ صفحہ 113 مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ: ''رسول خدا نے فرمایا! قبروں کی زیارت کرو۔ اس سے تمہیں آخرت کی یاد آئے گی''۔

ب) "عن عائشه ان رسول اللہ رخص فی زیارۃ القبور" o (ابن ماجہ صفحہ 114 مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ: ''اما المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا فرماتی ہیں کہ سید کل علیہ السلام نے بالیقین قبروں کی زیارت کی اجازت فرمائی تھی''۔

قابل غور بات یہ ہے کہ اگر اجازت صرف مردوں کو ہوتی تو سیدہ فرماتیں کہ عورتوں کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ چونکہ احکام عام ہوتے ہیں لہذا مردوں اور عورتوں کو اجازت ہے۔

ج) "عن ابن مسعود ان رسول اللہ قال کنت نهیتکم عن زیارۃ القبور فزوروها فانها تزهدفی الدینا و تذکر الآخرۃ" o (ابن ماجہ صفحہ 113 مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ: ''ابن مسعود راوی ہیں کہ سید کل علیہ السلام نے فرمایا میں تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا کرتا تھا۔ (اب اجازت ہے) قبروں کی زیارت کرو۔ اس زیارت سے تم دنیا سے زہد و ورع کرو گے اور آخرت یاد رہے گی''۔

اس میں ایک فقرہ زائد ہے کہ قبروں کی زیارت کرو گے تو دنیا میں کھو نہیں جاؤ گے۔ بلکہ اس کی محبت تمہارے دلوں سے نکل جائے گی اور آخرت کی یادیں تمہیں اپنی طرف کھینچ لیں گی۔

قابل غور بات یہ ہے کہ دنیا کی حرص مردوں کی نسبت خواتین میں زیادہ ہوتی ہے۔ کیا آپ انہیں قبروں پر جانے سے اس لئے روکنا چاہتے ہیں کہ وہ دنیا کی حرص میں ہی کھوئی رہیں اور آخرت کی طرف متوجہ نہ ہو سکیں۔

د) ''واستأذنت ربّی فی ان ازور قبرھا فاذن لی فزوروھا فانھا تذکر کم الموت'' ○ (ابن ماجہ صفحہ 114 مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ: ''میں نے اپنے پروردگار سے اجازت چاہی کہ اپنی والدہ مکرمہ کی قبر کی زیارت کروں تو اللہ کریم نے مجھے اجازت مرحمت فرمادی۔ اب تم بھی قبروں کی زیارت کرو، یہ زیارت تمہیں موت کی یاد دلائے گی''۔

امام نسائی کی طرح علامہ ابن ماجہ نے بھی ایک مستقل باب باندھا ہے۔ جس کا عنوان ہے ''باب ماجاء فی زیارۃ قبور المشرکین'' (مشرکوں کی قبروں کی زیارت کے باب میں مروی احادیث) پھر عدم جواز ہمارے دوست کیسے ثابت کرتے ہیں؟

امام بخاری کی روایات

امام بخاری اپنی شہرہ آفاق اور قرآن پاک کے بعد مذہب کی سب سے صحیح کتاب بخاری شریف میں اس سلسلہ میں جو روایات نقل فرما گئے ہیں، سب سے آخر میں انہیں بھی مطالعہ فرماتے چلیں تاکہ مسئلہ کا فیصلہ ہو سکے۔

الف) "عن انس بن مالک قال مر النبی بامرۃ عند قبر اور ھی تبکی فقا ل اتقی اللہ واصبری"o (بخاری جلد 1 صفحہ 218 دار المعرفۃ بیروت)

ترجمہ: "حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ ایک عورت کے پاس سے گزرے تو قبر پر بیٹھی رو رہی تھی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا! اللہ تعالیٰ سے ڈر اور صبر کر"۔

حدیث پاک نے معاملہ صاف فرمادیا کہ سرور کریم علیہ التسلیم کے دور میں خواتین قبروں پر جاتی تھیں اس کا رونا غیر شرعی تھا۔ لہذا صبر اور خوف خداوندی کا حکم تو دیا، لیکن یہ نہیں فرمایا کہ تو قبر پر کیوں آئی ہے۔ اب امام بخاری کی روایت کردہ ایک اور حدیث ملاحظہ ہو۔

ب) "عن انس بن مالک قال مر النبی بامراۃ تبکی عند قبر فقال اتقی اللہ واصبر ی قالت الیک عنی فانک لم تصب بمصیبتی ولم تعرفہ فقیل لھا انہ النبی فاتب باب البنی فلم تجد عندہ بوابین فقالت لم اعرفک فقال انما الصبر عند المصیبۃ الاولی"o (بخاری صفحہ 222 مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ: "حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ ایک خاتون کے پاس سے گزرے جو ایک قبر کے پاس رو رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا! 'اللہ تعالیٰ سے ڈر اور صبر کر'۔ وہ بولی آپ مجھے اپنے حال پر چھوڑیں، کیونکہ آپؐ کو میری طرح کی مصیبت نہیں ملی ہے، وہ آپ علیہ السلام کو پہچانتی نہیں تھی، اسے بتایا گیا، کہ آپ رحمت علیہ السلام ہیں۔ اب وہ سید کل علیہ السلام کے دروازہ اقدس پر آئی۔ (گویا اپنی بات پر معذرت چاہ رہی تھی) وہاں کوئی دربان نہیں تھے۔ (لہذا گھر میں داخل ہوگئی) آپ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی (مجھے معاف فرمایا جائے) میں آپؐ کو پہنچانتی نہیں تھی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا! صبر تو صرف مصیبت کی ابتداء میں ہوتا ہے"۔

یہ تفصیلی حدیث ہے اس نے مسئلہ بالکل صاف کردیا اور حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے مسئلہ بھی سمجھا دیا کہ جب مصیبت پڑے تو ابتداء میں صبر کیا جائے۔ رونے دھونے اور واویلا کرنے کے

بعد کا صبر معتبر نہیں ہے۔ اسی سلسلہ میں ایک اور تائیدی حدیث بھی امام بخاری سے سن لیں۔

ج) "عن ام عطیه رضی الله تعالیٰ عنها قالت نهینا عن اتباع الجنائز ولم یعزم علینا"o (بخاری جلد 1 صفحہ 221، ابوداؤد جلد 2 صفحہ 95،114 مطبوعہ سعید کمپنی کراچی، نیز مسلم جلد 1 صفحہ 304 دو احادیث)

ترجمہ: "ام عطیہؓ سے روایت ہے کہ جنازوں کے پیچھے چلنے سے ہمیں روکا تو جاتا تھا لیکن یہ روکنا لازمی نہیں تھا"۔

حدیث سے واضح ہوا کہ عورتوں کی بے صبری کی وجہ سے انہیں کہا جاتا تھا کہ جنازے کے ساتھ قبرستان نہ جائیں۔ مگر یہ رکاوٹ شرعاً لازم نہیں تھی، جب دور نبویؐ میں ایسا تھا تو اب اسے شریعت بنا کے کیسے روکا جا سکتا ہے؟ پتہ چلا کہ خواتین جنازوں کے ساتھ بھی قبرستان میں جاتی تھیں۔ امام بخاری سے ایک اور روایت بھی سنیں!

د) "ولما مات الحسن ابن الحسن بن علی رضی الله تعالیٰ عنهم ضربت امراته القبة علی قبره سنة ثم رفعت فسمعو اصائحاً یقول الاهل وجدوا ما فقد وا فاجبه الآ خربل یئسو افانقلبوا"o (ایضاً 230)

ترجمہ: "اور جب حسن بن حسن بن علی علیہم الرضوان کا وصال ہوا تو ان کی قبر پر ان کی بیگم صاحبہ نے سال بھی خیمہ لگائے رکھا۔ سال کے بعد خیمہ اٹھایا تو لوگوں نے ایک (غیبی) آواز دینے والے کو سنا کہہ رہا تھا، کیا گم شدہ مل گیا ہے۔ (کہ خیمہ اکھاڑ کر جا رہی ہیں؟) دوسرے نے پہلے کو جواب دیا، نہیں جی مایوس ہو کر واپسی کا راستہ پکڑا ہے"۔

اگر قبروں پر خواتین کا جانا حرام اور ناجائز ہوتا تو یہ دور صحابہ تھا وہ ہرگز سیدہ کو وہاں خیمہ لگا کر بیٹھنے کی اجازت نہ دیتے اور پھر محترمہ تو سیدنا امام حسنؓ کے صاحبزادے سیدنا حسن مثنیٰؒ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ ان کے گھر قرآن کا نزول ہوا تھا اور یہ آستانہ ہی احادیث کا منبع تھا۔ بھلا وہ شریعت کے خلاف قبرستان میں کیسے جا سکتی تھیں"۔

اگر در خانہ کس است یک حرف بس است

امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے ممانعت والی مذکورہ احادیث کا سرے سے ذکر تک نہیں فرمایا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ جواز کے قائل تھے۔ اور وہ احادیث ان کے نزدیک منسوخ تھیں اور ملت کا عمل جواز پر تھا۔

ناظرین! سات کتب حدیث سے جواز کی روایات ہم نے نقل کردی ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ مسئلہ واضح ہو گیا ہے۔ آیئے اب کچھ اور عنوانات پر بھی اظہار خیال کریں۔

نتیجہ تفکر ... حاصل بحث

اس وقت تک کی بحث سے معلوم ہوا کہ:

۱) جن احادیث میں خواتین کو قبروں پر جانے سے منع فرمایا گیا ہے وہ اسلام کے ابتدائی دور سے متعلق ہیں۔

۲) جن احادیث میں سب کو مزارات پر جانے کی اجازت عطا فرمائی گئی ہے وہ اسلامی عقائد کے پختہ ہونے کے بعد کی ہیں۔

۳) اجازت والی احادیث چونکہ بعد کی ہیں لہذا یہ ناسخ ہیں۔ یعنی ان احادیث نے اجازت نہ ہونے کے حکم کو ختم کردیا ہے اور اجازت کو عام کردیا ہے۔

۴) اجازت نہ ہونے والی احادیث کی تعداد کم ہے اور اجازت ہونے والی احادیث کی تعدا بہت زیادہ ہے لہذا وہ قابل ترجیح ہیں۔

۵) اجازت والی احادیث کو ثقہ تر محدثین ـــ امام مسلم، امام بخاری، امام ترمذی وغیرہ ـــ نے روایت کیا ہے۔

۶) تعامل امت ـــ امت کے مسلسل عمل ـــ نے بھی اجازت والی احادیث کو زیادہ مستند سمجھا ہے۔ کہ دور اول سے آج تک امت سید کل علیہ السلام کے مزارِ اقدس پر مرد و زن کے امتیاز کے بغیر حاضری دے رہی ہے۔

۷) اجازت صرف مردوں سے خاص نہیں، بلکہ مرد اور عورتیں سب اس میں شامل ہیں۔

اختلاف علماء کی وجہ

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس مسئلے میں علماء کے اختلاف کی وجہ کیا ہے؟

سوچوں میں اختلاف ایک بدیہی امر ہے۔ انداز فکر میں اختلاف کوئی نئی بات نہیں، مگر یہ بھی تو کہا جا سکتا ہے کہ کچھ حضرات تک ایسی احادیث نہ پہنچ پائی ہوں جو انکے انداز فکر کے خلاف تھیں۔ وہ دور پریس کا دور نہیں تھا۔ تدوین حدیث کا ابتدائی مرحلہ تھا۔ لہذا بہت ساری احادیث بے شمار لوگوں کو معلوم نہیں تھیں۔ جو احادیث معلوم تھیں ان پر انہوں نے اپنے عمل کی بنیاد رکھ دی اور ان کے عقیدت مندوں نے انہی پر آپ کو کاربند کر لیا آگے چل کر فکری جمود طاری ہو گیا اور ان احادیث کی طرف توجہ نہیں دی گئی۔ جو ان کے افکر و نظریات کے خلاف یا دوسرے لفظوں میں پہلی احادیث کی ناسخ تھیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی دوربین نگاہ اس دور کے حالات کو سمجھ رہی تھی۔ انہیں پتہ تھا کہ ابھی تدوین حدیث کا دور ہے۔ لہذا آگے چل کر ایسی احادیث سامنے آسکتی ہیں جو آج کی اجتہادی کاوشوں کے خلاف ہوں تو اس کا حل یہ ہے کہ

اذاصح الحدیث فھو مزھبی

جب حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ صحیح حدیث ملنے پر اجتہاد کو چھوڑ دیا جائے لہذا امام کے ارشاد نے ہمیں قاعدہ عطا فرما دیا کہ صحیح حدیث کے مقابل اجتہاد ممنوع ہے علمائے کرام کے بہت سے اختلاف اس تدوینی دور میں احادیث تک رسائی نہ ہونے کا نتیجہ ہیں اور جب فقہی جماعتیں بن گئیں۔ تو وہ صرف اپنے استدلال کو صحیح ثابت کرنے میں لگ گئیں۔ احادیث کے مطالعہ کا سارا زور اپنے مسلک کو ثابت کرنے پر خرچ ہونے لگ گیا پھر دور جمود آیا جو آج تک جاری ہے۔ تو نتیجۃ صرف اپنے مسلک کے مطالعہ تک بات محدود ہو کر رہ گئی۔ نابغہ روزگار شخصیات کی کمی نے اس خلا کو مزید پھیلا دیا کاش اے کاش ملت کو جامع العلوم مفکرین مل جائیں تو اب بھی مسئلہ حل ہو جائے۔

اس بات کا خاص طور پر خیال کرنا چاہیئے کہ اختلاف کو وسعت افکار پر محمول کیا جائے تا کہ وہ رحمت بن سکے اور ذہنی افق وسیع ہو۔ اختلاف کا مطلب دشمنی، دنگا فساد اور لڑائی جھگڑا نہیں ہے۔ جس

میں آج قوم مبتلا ہے یہی رویہ ہم نے مسئلہ زیر بحث۔۔۔قبروں پر جانے کی اجازت یا ممانعت ۔۔۔میں بھی اپنالیا ہے وسیع النظری اور کثرتِ مطالعہ کی جگہ ہم اپنی محدودیت پر نازاں ہیں۔اور کچھ کو سب کچھ سمجھ کر اترا رہے ہیں۔

کچھ پابندیاں

اسلام حدود وقیود کا قائل ہے اور ہر معاملے میں اعتدال کو صراط مستقیم قرار دیتا ہے۔امت وسط ہوتی ہی معتدل ہے اختلاف میں راہ اعتدال ہی راہ نجات ہے۔اسلام نے زیارت قبور جائز قرار دی مگر یہاں بھی کچھ پابندیاں اور شرائط عائد فرمائیں۔

سجدہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک عبادت کا سجدہ ہے اور دوسرا تعظیمی سجدہ ہے۔سابقہ انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں بھی اور سید الانبیاء علیہ السلام کی شریعت میں بھی سجدہ عبادت اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات کے بغیر کفر وشرک ہے۔سجدہ تعظیمی سابقہ شریعتوں میں جائز تھا۔شریعت محمدی میں حرام ہے، لہذا قبروں پر سجدہ کی پابندی ہے اسلام اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا سب مسلمانوں کو تعظیمی سجدہ ہرگز نہیں کرنا چاہیئے۔

وہاں خرافات، لغویات، مکروہات اور غیر اسلامی باتیں بھی ہرگز نہیں کرنی چاہئیں۔یہ سب باتیں عام حالات میں بھی ناجائز ہیں تو مقام عبرت قبور میں کیسے جائز ہوسکتی ہیں۔کلام رسول علیہ السلام میں شدت سے ان دونوں باتوں سے روکا گیا ہے۔آپ علیہ السلام نے یہود پر لعنت فرمائی کہ انہوں نے قبور انبیاء علیہم السلام کو سجدہ گاہ بنالیا۔یہ حدیث سب معتبر حدیث کی کتابوں میں موجود ہے باقی سب لغویات کو جن میں ڈھول باجے، بین، گیت، ناچ کود وغیرہ شامل ہیں سید کل علیہ السلام نے ایک جامع لفظ ھُجرا میں بند کردیا اور ہم حدیث نقل کر آئے ہیں۔

خواتین کے لئے شرعی پردے کی پابندی ہر حال میں نامحرموں سے لازم ہے مگر قبرستان میں جہاں اکثر مرد ہوتے ہیں اس کی تاکید اور بڑھ جاتی ہے۔

غرض یہ کہ آداب اسلامی کا لحاظ زیارت قبور میں ضروری ہے احادیث میں تاکید ہے کہ قبروں

پر بیٹھا نہ جائے۔(ابوداؤد جلد 2 صفحہ 104 ،ترمذی جلد 1 صفحہ 203)جوتے اتارے جائیں، موت کے بعد انسانیت کا احترام ختم نہیں ہو جاتا، بقول ائمہ جس طرح زندگی میں آپ ان کا احترام کرتے تھے۔ویسا ہی مرنے کے بعد بھی کیا جائے جسم کا کوئی عضو اور کوئی ہڈی نہ کاٹی جائے۔(ابن ماجہ صفحہ 117)

زندگی کا سفر

دراصل تخلیق روح کے بعد کا سفر جو پہلا سفر تھا اس ظاہری دنیا میں آنے کے بعد ختم ہوا، اب روح کو جسم کی سواری مل گئی۔ماں پیٹ میں ایک زندگی تھی۔اس کے لوازمات اپنے تھے ایک زندگی سطح ارضی کے اوپر ہے اس کی ضروریات اپنی ہیں پھر ایک زندگی سطح ارضی کے نیچے ہے اس کی قیود اپنی ہیں یہ زندگی کے سفر ہیں انہیں ایک دوسرے پر قیاس نہیں کر سکتے۔

یہ کہنا کہ مردہ کھائے پیئے بغیر رہ سکتا ہے اور کھاتا ہے تو پیشاب کہاں کرتا ہے؟ نادانی کی بات ہے ماں کے پیٹ میں آپ غلہ کہاں کھاتے تھے، پانی کہاں پیتے تھے، پیشاب کرنے کہاں تشریف لے جاتے تھے، وہاں کی دنیا کی زندگی کی ضرورتیں کچھ اور تھیں اور آپ کو مل رہی تھیں، فکر نہ فرمایئے، برزخی زندگی کی ضروتیں بھی آپ کا خالق پوری کر دے گا۔

قبر سے اٹھے تو حشر کی طویل اور صبر آزما زندگی ہے، جسے شافع محشر ؐ کی شفاعت آسان فرمادے گی۔اور جنت میں آپ کی دائمی معیت اور دیدار الٰہی کی نعمت طویل سفر کی سب صعوبتوں کی تھکن اور سختی کو ختم کر دے گی۔

آیئے اس طویل سفر کی تیاری کریں۔کیونکہ

مسافر شب کو اٹھتے ہیں جو جانا دور ہوتا ہے

حاضری کا مسنون طریقہ

نبی مکرم، رؤف محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قبرستان میں حاضری دو تو خفتگان خاک مرحومین سے یوں سلام کرو۔

۱۔ اب مسلم شریف کی روایات بھی ملاحظہ فرماتے چلیں

الف) "قالت کیف اقول لهم یا رسول الله قال قولی السلام علی اهل الدیار من المومنین والمسلمین ویر حم الله المستقدمین منا والستاخرین وانا انشاالله یکم للاحقون"ہ (مسلم جلد 1 صفحہ 314 سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے عرض کیا، میں یارسول اللہؐ (قبرستان میں جاکر) انہیں کیسے مخاطب کروں، آپ علیہ السلام نے فرمایا (یوں) کہو مومنوں اور مسلمانوں سے جوان گھروں (قبروں) میں رہ رہے ہیں ان پر سلام ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے پہلے آنے والوں اور پیچھے رہ جانے والوں پر رحم فرمائے، انشاءاللہ ہم ضرور آپ سے ملنے والے ہیں"۔

حاضر کی ضمیر کُم (تم) استعمال ہوئی ہے اگلی حدیث میں سلام میں ہی حاضر کی ضمیر آگئی ہے ملاحظہ ہو۔

ب) "السلام علیکم اهل الدیا رمن المومنین والمسلمین والمسلمات وانا انشاء الله یکم للاحقون اسأل الله لنا ولکم العاصیة"ہ (ایضاً)

ترجمہ: "مومنوں سے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں میں سے ان گھروں (قبروں) میں رہنے والو! تم پر سلام ہو، ہم یقیناً آپ سے ملنے والے ہیں ہم اپنے لئے اور آپ کیلئے اللہ تعالیٰ سے عافیت چاہتے ہیں"۔

اہل الدیار سے پہلے لفظ یا محذوف ہے، ندادے کر حاضر کی ضمیر استعمال فرما کر ان کی زندگی کا ثبوت بھی دے دیا اور ان کے سن لینے کا اعلان بھی فرما دیا۔

التماس صرف یہ ہے کہ جو حضرات قرآنی آیات سے مردوں کے نہ سننے کی بات کرتے ہیں کبھی انہوں نے غور فرمایا کہ جس ذات اقدس پر قرآن نازل ہوا ہے وہ اسے بہتر سمجھتے ہیں یا یہ حضرات بہتر سمجھتے ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن وہاں مردوں کی بات نہیں فرما رہا، بلکہ زندہ کافروں کی بات کر رہا ہے کہ یہ کان رکھتے ہوئے بھی سنتے نہیں ہیں۔ قرآن پاک نے یہ بات کئی پیرایوں میں بے شمار جگہوں پر ذکر فرمائی ہے۔ ذرا توجہ سے قرآن پاک کا مطالعہ فرمائیں تو حقیقت عیاں ہو جائے گی۔

۲) اب ترمذی شریف کی روایت بھی ملاحظہ فرماتے چلیں

"عن ابن عباسؓ قال مر رسولﷺ بقبور المدينة فاقبل عليهم بوجهه فقال السلام عليكم يا اهل القبور يغفر الله لنا ولكم انتم سلفنا و نحن بالاثر"o(ترمذی جلد 1 صفحہ 203 سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ: "ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولﷺ مدینہ طیبہ کے قبرستان سے گزرے تو منہ مبارک قبروں والوں کی طرف کر کے فرمایا! اے قبروں والو! تم پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں بخشے تم ہمارے آگے آگے ہو اور ہم تمہارے پیچھے ہیں"۔

یہاں سید کل علیہ السلام نے لفظ یا سے مردوں کو مخاطب فرمایا اور کم ضمیر حاضر استعمال کیا، ہم مسلم کی دوسری حدیث میں لکھ چکے ہیں کہ وہاں یا محذوف ہے اب یہاں یا مذکور ہے اور مسلم کی پہلی حدیث میں سید کل علیہ السلام نے سیدہ عائشہؓ کو قبروں پر حاضری کا طریقہ بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ آپ یوں خطاب فرمائیں۔ اگر عورتوں کا قبروں پر جانا منع ہوتا تو آپ فرماتے عائشہؓ آپ کو قبروں پر جانا نہیں ہے تو پھر سلام کس لئے سکھنا ہے سرور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اسی لئے ام المومنین سلام اللہ علیھا کو قبرستان میں جا کر مردوں کو سلام کرنے کا طریقہ بتا رہے ہیں کہ خواتین کا وہاں جانا جائز ہے۔

۳) ابن ماجہ کی روایات پر بھی نگاہ ڈال لیں

عن عائشہؓ قالت فقدته تعني النبيﷺ فاذاهو بالبقيع فقال السلام عليكم دارقوم مومنين انتم لنا فرط وانابكم لا حقون اللهم لا تحرمنا اجرهم ولا تفتنابعد هم"o(ابن ماجہ صفحہ 112)

ترجمہ: "حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے انہیں (نبی علیہ السلام کو رات کے وقت بستر پر نہ پایا میں پیچھے گئی) کیا دیکھتی ہوں کہ آپ جنت البقیع (قبرستان) میں ہیں۔ آپ نے (مردوں کو خطاب کرتے ہوئے) فرمایا! اے مومن قوم کے گھر (قبرستان) والو! تم پر سلام ہو۔ تم ہم سے پہلے ہو اور ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ اے اللہ! ہم کو ان کے اجر سے محروم نہ فرما (یعنی زندہ لوگ بھی ان جیسے اعمال کر کے اجر پائیں) اور ان کے بعد ہمیں امتحان میں نہ ڈال"۔

دوسری حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

"عن سلیمان بن بریدہ عن ابیہ قال کان رسول یعلمھم اذاخرجوا الی المقابر کان قائلھم یقول السلام علیکم اھل الدیار من المومنین والمسلمین وانا انشاء اللہ بکم لا حقون نسئل اللہ لنا ولکم العافیۃ"o (ایضاً مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ: "سلیمان بن بریدہ اپنے والد بریدہ سے روایت کرتے ہیں، کہ بریدہ نے فرمایا، حضور مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیں تعلیم فرماتے تھے کہ قبرستان میں جب جائیں تو یوں کہا کریں۔ اے مومنوں! مسلمانوں کے گھروں (قبروں) میں رہنے والو تم پر سلام ہو۔ ہم انشاء اللہ یقیناً تم سے ملنے والے ہیں ہم اپنے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے عافیت چاہتے ہیں"۔

اب حضرت عائشہؓ کو تعلیم دینے کے بعد صحابہ کرام کی تعلیم کا بھی ذکر آ گیا کہ قبرستان میں جا کر یوں سلام کرنا ہے، اور یوں دعا مانگنی ہے یہاں بھی لفظ یا محذوف ہے۔ ہم تم سے ملنے والے ہیں ایک بندہ آگے ہو تو اس کے پیچھے آنے والا لاحق ہے۔ یعنی سفر شروع ہے تم تھوڑا آگے نکل گئے ہو۔ ہم تمہارے پیچھے ہیں، آگے والے کو ایک حدیث میں سلف، دوسری میں فرط فرمایا۔ پیچھے والے کو ایک جگہ لاحق اور دوسری جگہ بالاثر یعنی نقوش پا پر چلنے والا فرمایا، اگلا ابھی چل رہا ہے کہ زندہ ہے اور نقوش پا چھوڑے جا رہا ہے اور پچھلا ان نقوش پا پر چلتا جا رہا ہے۔

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے

4) امام ابوداؤد سے بھی پوچھتے چلیں

"عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ خرج الی المقبرۃ فقال السلام علیکم دار قوم مومنین وانا انشاء اللہ بکم لا حقون"o (ابوداؤد جلد 2 صفحہ 105 باب یقول اذا مر بالقبور، مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا قبرستان کی طرف جلوہ افروز ہوئے تو اہل قبور کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے مومن قوم کے گھر والو! تم پر سلام ہو۔ ہم انشاء اللہ تم سے ملنے

والے ہیں''۔

یہاں بھی ضمیر حاضر ہے اور یا محذوف ہے اور خطاب مردوں کو ہے اگر وہ سنتے نہیں تو خطاب لا حاصل ہوگا۔ جس کا تصور بھی نبی علیہ السلام کے بارے میں کرنا ظلم عظیم ہے۔

فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

۵) ذرا سنیئے ! حضرت امام نسائی بھی کچھ فرمانا چاہتے ہیں ، ارشاد ہوتا ہے

''فامرنی ان آتی البقیع فاستغفر لھم قلت کیف اقول یا رسول اللہ قال قولی السلام علی اھل الدیار من المومنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا انشاء اللہ بکم لا حقون'' ٥ (نسائی جلد 1۔ ص222۔ باب الامر بالا ستغفار للموءمنین، مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ: ''جبرائیل علیہ السلام نے مجھے کہا کہ میں جنت البقیع جاؤں اور ان (مرحومین) کیلئے مغفرت چاہوں میں نے عرض کیا (حضرت عائشہؓ) کہ میں وہاں کیا کہوں؟ اے اللہ کے رسول، ارشاد ہوا، یوں کہو! اے مومن اور مسلمان اہل خانہ تم پر سلام ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پہلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے اور بالیقین ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں''۔

حضرت عائشہؓ سے یہ حدیث مسلم اور امام نسائی دونوں نے تفصیل سے روایت کی ہے۔ قابل مطالعہ ہے ناظرین سے درخواست ہے کہ دونوں کتابوں سے یہ طویل حدیث ضرور مطالعہ فرمائیں ہمارے اس مختصر سے رسالے میں اس کی تحریر کی گنجائش نہیں ہے البتہ اتنا عرض ہے کہ سید کل علیہ السلام نے جس طرح دعا فرمائی ہے اس کا ذکر سیدہ نے یوں فرمایا ہے۔

''حتیٰ جاء البقع فرفع یدیہ ثلاث مرات فاطال''٥

ترجمہ: ''یہاں تک کہ (گھر سے نکل کر) آپ جنت البقیع رونق افروز ہوئے تین دفعہ ہاتھ مبارک اٹھا کر لمبی دعا فرمائی''۔

مطلب یہ ہوا کہ تین دفعہ الگ الگ دعائیں کیں۔ اب یہ کہنا کہ ہاتھ صرف ایک دفعہ ہی

اٹھا کر دعا کرنی چاہیے۔ایک سے زائد دفعہ الگ الگ دعاؤں کے لئے ہاتھ اٹھانا بدعت ہے تو یہ دعویٰ عمل رسولؐ سے باطل ثابت ہوا۔

یہ بھی پتہ چلا کہ دعا میں ہاتھ اٹھانا بھی مسنون ہے یہ دعویٰ کہ ہاتھ اٹھا کر سید کل علیہ السلام نے کبھی دعا نہیں فرمائی، باطل اور لغو ہے اس سلسلہ میں کتب حدیث میں بیسیوں روایات ہیں۔

''ثم ذکرت ذلک لہ فقال انی بعث الی اھل البقیع لا صلی علیھم''o(ایضاً)

ترجمہ: ''پھر بریدہ (حضرت عائشہؓ کی خادمہ) نے رات کا واقعہ سید کل علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھے اہل بقیع کی طرف بھیجا گیا تا کہ میں ان کے لئے دعا کروں''۔

اس سے پتہ چلا کہ سرکار علیہ السلام جنت البقیع رات کی تاریکی میں تشریف لے گئے تا کہ ان کی قبریں آپؐ کی دعا کے نور سے منور ہو جائیں۔ نبی مکرمؐ تو رات کے اندھیروں میں بھی قبرستان میں تشریف لے جائیں اور آج ہمیں دن کی روشنی میں جانے سے بھی روکا جائے اور اسے بدعت وشرک کہا جائے۔کیا احیائے سنت کا یہی طریقہ ہوتا ہے؟

یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک لوگوں سے دعا درخواست کی جائے تا کہ ان کی دعا سے گناہوں کی سیاہیاں ختم ہوں۔کیا سید کل علیہ السلام صرف ایک دفعہ تشریف لے گئے۔تو سیدہ عائشہؓ اگلی حدیث میں اس کا جواب مرحمت فرماتی ہیں۔

عن عائشۃؓ قالت کان رسول اللہؐ کلما کا نت لیلتھا من رسول اللہؐ یخرج فی آخر اللیل الی البقیع فیقول السلام علیکم دار قوم مومنین وانا وایا کم متواعدون غداً ومتواکلون وانا انشاء اللہ بکم لاحقون اللھم اغفر لاھل بقیع الغرقد''o(ایضاً)

ترجمہ: ''سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سید کل علیہ السلام جب میری باری والی رات میں میرے ہاں تشریف فرما ہوتے تو رات کے آخری حصے میں جنت البقیع تشریف لے جایا کرتے تھے۔وہاں ارشاد فرماتے!اے مومن قوم کے گھر میں رہنے والو تم پر سلام ہو ہم نے اور تم نے کل قیامت کو حاضر ہونے کا ایک دوسرے سے وعدہ کر رکھا ہے اور ایک دوسرے کی شفاعت وشہادت پر بھروسہ کر رکھا ہے۔

انشاءاللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں، اے اللہ بقیع (جنت البقیع) والوں کی مغفرت فرمادے"۔
حدیث مقدس سے یہ حقائق کھل کر سامنے آئے:
سیدکل علیہ السلام بے شمار دفعہ رات کے پچھلے حصے میں جنت البقیع کے لئے تشریف لے گئے، وہاں آپؐ نے انہیں اسی طرح خطاب فرمایا۔ جس طرح زندہ، زندہ کو خطاب کرتا ہے۔
قیامت کے حق ہونے اور وہاں ایک دوسرے سے ملنے کا ذکر فرمایا۔ قیامت میں ایک دوسرے کی شفاعت اور ایک دوسرے کے لئے شہادت کا ذکر فرما کر شفاعت کے حق ہونے کا اعلان فرمایا۔ یہ بات بھی امت کو سمجھائی کہ ہم سب نے برزخ کی دنیا میں پہلوں کی طرح جانا ہے آخر میں خصوصیت سے جنت البقیع میں آرام فرما لوگوں کے لئے دعا فرمائی۔ اس دعا کا اثر اہل دل آج تک وہاں ملاحظہ کر رہے ہیں اور ہر مسلمان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ وہاں مدفون ہو۔
حضرت علامہ اقبالؒ کی خواہش تھی کہ مسجد نبوی کے سایہ میں مدفون ہوں ایک حد تک اللہ کریم نے ان کی خواہش پوری فرمادی کہ شاہی مسجد لاہور کے سایہ میں دفن ہوئے۔
ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا!
"ان رسول اللہؐ کان اذا اتی علی المقابر فقال السلام علیکم اھل الدیار من المومنین والمسلمین وانا انشاء اللہ بکم لا حقون انتم لنا فرط و نحن لکم تبع اسال اللہ العافیۃ لنا ولکم "o (ایضاً)
ترجمہ: "جب رسول مکرمؐ قبرستان میں تشریف لے جاتے تو فرماتے! اے ان گھروں میں رہنے والے مومنو اور مسلمانو تم پر سلام ہو ہم تم سے ملنے والے ہیں، تم ہم سے پہلے ہو اور ہم تمہارے پیچھے پیچھے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت کا طلب گار ہوں"۔
یہاں بھی وہی حاضر کے صیغے ہیں اور لفظ یا محذوف ہے، اصل عبارت یا اہل الدیار ہے۔
امام نسائی نے اس سے آگے دو احادیث حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت فرمائی ہیں کہ نجاشی کے وصال پر سیدکل علیہ السلام نے فرمایا! "اپنے بھائی کے لئے مغفرت مانگو"۔ (بخاری جلد 1 صفحہ 230)

اس سے پتہ چلا کہ دُور والے کیلئے دعا کرنی چاہیئے یہ دعا وسیلہ ہے ایصال ثواب بھی ایک قسم کی دعا ہے اور وہ بھی وسیلہ ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

سوال: کیا مردے سنتے ہیں؟ جب کہ وہ زیر زمین ہیں اور ان پر باہر کی ہوا اور آواز وغیرہ بند ہیں؟

جواب: جی ہاں! مردوں کو اللہ کریم سنا دیتے ہیں اور یہ ظاہری رکاوٹیں اللہ کریم کے سامنے بالکل بے معنی اور بے حقیقت ہیں۔ آپ ملاحظہ نہیں فرماتے کہ ریڈیو کی آواز آپ کہاں سے کہاں تک سنتے ہیں ٹی وی میں تو سب کچھ سامنے دیکھتے ہیں، یہ صرف انسانی علم کا کمال ہے۔ تو کیا علم الٰہی جس کی کوئی انتہا نہیں ہے اس سے کوئی کام دور نہیں ہے مگر ہم نے تو شریعت مطہرہ سے پوچھنا ہے کہ کیا مردے زندہ ہیں یا نہیں؟ اور ان کی زندگی کسی نوعیت کی ہے؟ ہمارے لئے معیار صرف اور صرف شریعت محمدی ہے آیئے اس کا شرعی علمی تجزیہ کریں۔

کیا موت کے بعد زندگی ہے

ہم ابھی اوپر صحاح ستہ میں سے پانچ کتابوں سے دس احادیث نقل کر چکے ہیں جن میں سید کل علیہ السلام نے مرے ہوئے لوگوں کو "یا" اور حاضر کے الفاظ سے خطاب کیا ہے۔ اگر وہ زندہ نہیں تھے تو یہ خطاب بالکل بے معنی تھا اور ایسی بات آقا علیہ السلام کے بارے میں کوئی جاہل ہی کر سکتا ہے وہ بالیقین زندہ ہیں۔ اب رہی بات کس قسم کی یہ زندگی ہے تو عرض ہے کہ وہ برزخی دنیا میں رہ رہے ہیں۔ وہاں کا انداز اور ہے اور اس ظاہری زندگی کا انداز اور ہے آپ نے کبھی غور فرمایا کہ بچہ ماں کے پیٹ میں زندہ ہے۔ مگر وہاں اس کی ضرورتیں وہ نہیں ہیں جو اس ظاہری دنیاوی زندگی کی ضرورتیں ہیں وہ ہماری طرح کا کھانا نہیں کھا رہا ہے وہ پانی نہیں پی رہا ہے وہ اٹھ بیٹھ نہیں رہا ہے وہ سڑکوں پر چہل قدمی نہیں کر رہا ہے وہ گھوڑے پر سوار نہیں ہے وہ جہاز پر سوار نہیں ہے اس طرح کے بہت سارے معاملات میں وہ شریک نہیں ہے۔ مگر آپ اسے زندہ مان رہے ہیں۔ کیونکہ علم اور تجربہ آپ کو یہی کچھ

بتا رہا ہے تو آپ کے علم اور تجربہ کی آقائے نامدار کے مقدس علم اور تجربہ کے سامنے حقیقت ہی کیا ہے جب وہ انہیں زندہ بتا رہے ہیں۔ زندوں کی طرح سلام فرما رہے ہیں تو بحیثیت مسلمان آپ کا کام سر تسلیم خم کرنا ہے۔ عقل کل کے سامنے جھکنا ہے ''آمنا وصدقنا'' کہنا ہے۔ اور اس پر دل کی گہرائیوں سے ایمان لانا ہے ان احادیث کے علاوہ اور کئی پہلوؤں سے بھی دیگر احادیث نے ان کی زندگی کا اعلان کیا ہے آیئے آگے چلیں۔

راحت قبر .... عذاب قبر

اسلام کے روز اول سے لے کر آج تک قرآن وسنت کی روشنی میں مسلمانوں کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ عذاب قبر حق ہے وہاں کی راحتیں بھی حق ہیں۔ عقائد کی سب کتابوں میں یہ مسئلہ بڑی شرح وبسط اور عقلی ونقلی دلائل سے مذکور ہے۔ تفصیل کے متلاشی شرح عقائد نسفی، خیالی، احیاء العلوم اور تفسیر کبیر وغیرہ سے تسکین حاصل فرما سکتے ہیں۔ ہم مختصراً چند حوالہ جات نقل کریں گے۔

ارشاد ربانی

الف) قرآن حکیم نے فرعون اور فرعونیوں کی موت کے بعد کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا!

''وحاق بال فرعون سوء العذاب o النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب'' o (پارہ 24، سورہ المومن 45 تا 46)

ترجمہ: ''بدترین عذاب نے فرعونیوں کو گھیر لیا یہ آگ ہے۔ جس کے سامنے وہ صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں۔ اور جب قیامت قائم ہوگی (تو حکم ہوگا) کہ فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں داخل کر دو''۔

اس آیت مقدسہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ موت کے بعد فرعونی عذاب میں ہیں۔ اگر ان میں زندگی نہیں ہے تو عذاب کا مفہوم ومطلب ہی ختم ہو جاتا ہے عذاب کا مطلب ہی یہ ہے کہ کسی کو اس کے کیے کی سزا دی جائے۔ اب اگر اس میں جان ہی نہیں ہے تو اسے سزا دینے کا فائدہ کیا ہوا؟

آیت شریفہ سے یہ بات بھی کھل کر سامنے آگئی کہ بدترین کافر بھی موت کے بعد برزخی زندگی میں زندہ ہوتے ہیں یہ فرعونی ہیں۔ بدترین قسم کے کافر ہیں قرآن ان کے بارے میں کہہ رہا ہے کہ صبح وشام وہ آگ پر پیش کیے جا رہے ہیں۔ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اور قیامت آئے گی

تو انہیں سخت ترین عذاب میں جھونک دیا جائے گا۔قرآن پاک سے ثابت ہوا کہ کفار بھی برزخی دنیا میں زندہ ہوتے ہیں۔اب صاحب قرآن علیہ السلام سے سنئے وہ بدر کے مقتول فرعونی صفت مشرکین مکہ کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں اس سے قرآپاک کی تائید زبانِ نبویؐ سے بھی ہو جائے گی۔

روایات بخاری

ب) "ان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما اخیرہ قال اطلع النبیؐ علی اهل القلیب فقال هل وجد تم ماوعد ربکم حقا فقیل له قدعواموا تافقال ماانتم باسمع منهم ولکن لا یجیبون "o (بخاری جلد 1 صفحہ 238 دارالمعرفہ بیروت)

ترجمہ: ''عبداللہ بن عمرؓ نے بتایا کہ نبی رحمت علیہ السلام نے (مقتولین بدر) کے گڑھے کو ملاحظہ فرمایا تو ارشاد ہوا کیا تم نے اللہ کریم کے وعدے کو سچ پایا۔(یہ سن کر) آپؐ کی خدمت میں عرض کیا گیا کیا آپ مردوں کو بلا رہے ہیں۔تو آپؐ نے جواب دیا،تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے ہو۔(وہ سن تو رہے ہیں) لیکن جواب نہیں دے سکتے''۔

بدر کے معرکہ میں جو کافر قتل ہوئے تھے۔سید کل علیہ السلام نے انہیں کھلے میدان میں نہیں چھوڑا بلکہ ایک گڑے میں ڈال کر دفن کرنے کا حکم دیا۔جب وہ گڑھے میں ڈال دیئے گئے تو آپؐ نے گڑھے کو ملاحظہ فرما کر انہیں خطاب کیا کہ اللہ کریم نے جو تمہاری ہلاکت وفلاکت کا وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہوا کہ نہیں؟ حاضرین نے عرض کیا یارسول اللہؐ،کیا آپؐ مردوں کو بلا کر ان سے باتیں فرمارہے ہیں حالانکہ مردے نہیں سنا کرتے۔تو سید کل علیہ السلام نے جواباً ارشاد فرمایا! وہ تم سے کم نہیں سن رہے یعنی وہ تمہاری طرح ہے تو سن رہے ہیں اب کفار کے عقیدہ کی اسلام نے تردید کردی کہ مرنے والے مٹی نہیں ہوجاتے بلکہ برزخی زندگی کا آغاز کردیتے ہیں۔عذاب قبر کے ثبوت میں اس مقام پر امام بخاری نے آٹھ،امام مسلم،امام ترمذی،امام ابوداؤد،امام نسائی اور ابن ماجہ علیہم الرضوان نے بہت سی احادیث نقل فرمائی ہیں۔ایک رسالہ میں سب کا نقل کرنا بہت مشکل ہے اور عرض ہے کہ والباقی للباقی فافهم۔

مردہ جوتوں کی آواز سنتا ہے

ج) "عن انس بن مالک انه حدثهم ان رسول الله قال ان العبد اذا وضع فی قبره وتولی عنه اصحابه وانه یسمع قرع نعالهم"o(ایضاً 238-231)

ترجمہ: "انس ابن مالکؓ نے اپنے شاگردوں (قتادہ وغیرہ) کو یہ حدیث سنائی کہ نبی مکرمؐ نے فرمایا کہ جب بندے کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس پلٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے"۔

عرض صرف یہ ہے کہ زمین پر چلتے ہوئے جوتوں کی جو آواز نکلتی ہے وہ قبر والا سن رہا ہے اور یہ بیان حدیث کی صحیح ترین بخاری میں سید کل علیہ السلام کے کاشانہ ،نور کے خصوصی خادم سیدنا انسؓ فرمارہے ہیں کیا اس کے بعد بھی قیل وقال اور کج بحثی کا کسی کو حق رہ جاتا ہے؟ ایمان کا تقاضایہ ہے، کہ صدقِ دل سے سید کل علیہ السلام کا فرمان مانا جائے۔

تبھی تو فقہ حنفی کے عظیم امام سیدنا محمد بن حسن شیبانیؒ نے فرمایا، دفن کے بعد وہاں اتنی دیر ٹھہرو جتنی دیر اونٹ نحر (ذبح) کر کے کاٹ کر تقسیم نہیں کر دیا جاتا(۱) تا کہ مرنے والا نئے گھر سے مانو ہو جائے اب واضح بات ہے کہ اسطرح چار پانچ گھنٹے لگ سکتے ہیں۔

مجھے آگے بھیجو

سید کل علیہ السلام کا ارشاد عالی ہے کہ جب میت کو لوگ اٹھا کر چلتے ہیں تو وہ کہتا ہے:

"فان کانت صالحة قالت قد مونی وان کانت غیر صالحة قالت یا ویلها این یذهبون بها سمع صوتها کل شیئی الاالانسان ولوسمعها الانسان لصعق"o(ایضاً جلد 1 صفحہ 228-239، مسلم جلد 1 صفحہ 306 مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ: "اگر وہ جان نیک تھی تو کہتی ہے مجھے آگے لے چلو۔ مجھے آگے لے چلا (یعنی جلدی کرو) اور اگر وہ نیک نہیں ہے تو کہتی ہے۔ ہائے ہلاکت کہاں لے کر جارہے ہیں۔ اس کی آواز انسان کے بغیر ہر شے سنتی ہے۔ اگر انسان وہ آواز سن لے تو بے ہوش ہو جائے"۔

فرمایئے! اگر برزخی زندگی نہیں ہے تو نیک قدمونی کیسے کہہ رہا ہے اور بسرایسا ویلھا کی گردان کیوں کر رہا ہے؟

پھر یہ آواز کائنات کی ہر شے تو سن رہی ہے مگر حضرت انسان نہیں سن رہا ہے یعنی نام نہاد مفکرین کو آواز سنائی نہیں دے رہی ہے، چونکہ یہ خود نہیں سن رہے ہیں۔ لہذا ''زبان گوہر فشاں'' سے ارشاد ہو رہا ہے چونکہ میں نہیں سنتا۔ لہذا میت بھی نہیں سنتی، اب ہم تو ایسے مفکرین کی بات نہیں مان سکتے کیونکہ یہ باتیں ہمارے آقا علیہ السلام کے ارشادات کے خلاف ہیں حدیث پاک سے دونوں باتیں ثابت ہوگئیں۔ عذاب قبر حقیقت ہے اور برزخی زندگی بھی حقیقت ہے۔ اس کا انکار قرآن سنت کا انکار ہے۔

سید الانبیاء علیہ السلام نے مرنے والوں کے لئے لاتعداد دعائیں فرمائی ہیں۔ اگر حیات برزخی نہیں ہے تو وہ سب دعائیں بے معنی اور رائیگاں ہیں، کیا کوئی مسلمان یہ بات تسلیم کر سکتا ہے؟

نیک لوگوں کو قبور میں جس طرح نوازا جاتا ہے اس سے بھی کتب حدیث معمور ہیں کیا یہ سب ارشادات محض دکھلاوا ہیں؟ اگر نہیں تو پھر انکار کا کیا مطلب ہے؟ کیا اتنی احادیث کے ہوتے ہوئے ایسی یاوہ گوئی کوئی صاحب ایمان کر سکتا ہے؟ اگر قرآن سنت کی طرف پیٹھ پھیر لی تھی تو کم از کم دور جدید کے عظیم فلسفی علامہ اقبالؒ کو ہی پڑھ لیا ہوتا، وہ فرماتے ہیں۔

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں

ایک اور مفکرانہ انداز سے مزید فرماتے ہیں۔

فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن تیرا
تیرے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے

یہ ہے اسلامی طرز فکر جس سے یہ نام نہاد مفکرین دور چلے گئے ہیں اقبالؒ کی زبان میں گزارش ہے۔

لوٹ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

الحمدللہ کہ اہل سنت کے سب طبقات قبر کی نعمتوں اور قبر کے عذاب پر متفق ہیں۔ کیونکہ قرآن وسنت سے یہ دونوں باتیں پوری وضاحت سے ثابت ہیں، تو نتیجہ یہ نکلا کہ ان سب طبقات کے

نزدیک برزخی زندگی ثابت ہے۔

حیات برزخی اور سیدہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا عقیدہ

مرنے والے برزخی زندگی سے زندہ ہوتے ہیں لہذا وہ دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں حضرت ام المومنین عائشہؓ سے امام احمدؒ نے یوں روایت لی ہے۔

"عن عائشہؓ قالت کنت ادخل بیتی الذی فیہ رسول اللہؐ وانی واضع ثوبی واقول انما زوجی وابی فلما دفن عمر معھم فواللہ ماد خلتہ الا وانا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمر رواہ احمد"o (مشکوۃ جلد 1 صفحہ 153 سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ: ''سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں اپنے اس گھر میں جس میں رسول مکرمؐ تشریف فرما تھے۔ پردے کے بغیر چلی جاتی تھی اور کہتی تھی۔ اس گھر میں صرف میرے خاوند اور میرے والد ہیں (پردے کی ضرورت نہیں) جب ان کے ساتھ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دفن ہو گئے تو قسم بخدا میں اس گھر میں کبھی بھی پردے کے بغیر نہیں گئی۔ مجھے عمر سے حیا آتی تھی یہ حدیث امام احمد نے روایت فرمائی''۔

سیدہ مکرمہ روضۂ رسول علیہ السلام کی بات کر رہی ہیں۔ سید کل علیہ السلام اس مقدس حجرے میں مدفون تھے۔ جو سیدہ عائشہؓ کے حصے میں تھا۔ آپ نے حد بندی کی دیوار بنادی اور کمرہ تقسیم ہو گیا۔ اب سیدہ پردے کے بغیر اس مزار والے حصے میں چلی جاتی تھیں۔ پھر اسی حجر میں صدیق اکبرؓ بھی مدفون ہو گئے۔ تو مائی صاحبہ پھر بھی پردے کے بغیر تشریف لے جاتی تھیں کیونکہ اب وہاں یا تو ان کے عظیم المرتبت خاوند تھے یا ان کے والد تھے۔ تو ان سے پردے کی ضرورت نہیں تھی۔ بعد میں سیدنا فاروق اعظمؓ اسی حجرے میں دفن ہوئے۔ تو ام المومنین حضرت عائشہؓ نے پردے کا خوب اہتمام فرمانا شروع کر دیا۔ اب انہیں شرم و حیا کی ضرورت پیش آئی۔ اس ساری حدیث سے بات بالکل صاف ہوگئی کہ سیدہ طاہرہ تینوں کو زندہ یقین فرماتی ہیں۔ اپنے عالی مقام خاوند کے پاس تشریف لے جاتی ہیں والد گرامی آتے ہیں تو بھی پردے کا اہتمام نہیں فرماتیں۔ مگر جب ایک اور ہستی آتی ہے اور شرعاً اس ہستی سے پردے لازمی ہے تو اب پردے کے بغیر نہیں جاتیں اس سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ سیدہ

مزارات پر تشریف لے جاتی رہیں۔ اگر خواتین کا مزارات پر جانا جائز نہ ہوتا تو آپ ہر گز تشریف نہ لے جاتیں۔ کیا سیدہ سے بدعت کے ارتکاب کا تصور بھی کیا جا سکتا ہے؟

ان کی حیاتِ طیبہ کی وہ اس حد تک قائل ہیں کہ روضۂ مطہرہ کے اردگرد گھروں میں رہنے والی خواتین کو دیواروں میں میخیں گاڑنے سے روکتی تھیں۔ کہ اس طرح کی آواز سے آقائے نامدار کے آرام میں خلل آتا ہے۔ اس سے بڑھ کر حیات طیبہ کا اور عقیدہ کیا ہوگا؟

والدین کی قبروں کی زیارت

"قال من زار قبر ابویه او احد هما فی کل جمعة غفرله و کتب برا"o (مشکوۃ جلد 1 صفحہ 153 بحوالہ بیہقی شعب الایمان)

ترجمہ: ''آپ علیہ السلام نے فرمایا! جو اپنے ماں باپ یا دونوں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت ہر جمعہ کو کرتا ہے اس کی بخشش ہو جاتی ہے اور اسے والدین کا فرمانبردار لکھ دیا جاتا ہے''۔

اگر برزخی زندگی نہیں ہے تو وہاں جانے کا فائدہ کیا ہے؟ مزید برآں اگر والدین کو اس کے آنے کا علم ہی نہیں ہے تو وہ اسے فرمانبردار کیسے مان لیں گے۔ پھر ایک جمعہ نہیں لگاتار ہر جمعہ کو حاضری کا حکم دیا جا رہا ہے۔ کیا پھر بھی قبروں پر جانے کی ممانعت ہی رہے گی؟ علماء سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ لفظ مَن (جو بھی) عام ہے اس میں مرد اور خواتین سب شامل ہیں۔ اور سب کو جانے کی اجازت ہے کیا مغفرت اور والدین کا فرمانبردار ہونے کی ضرورت صرف مردوں کو ہوتی ہے خواتین کو نہیں ہے۔

سخن شناس نہ، دلبر اخطا ایں جاست

انبیاء عالی مقام کی برزخی زندگی

ا) قرآن حکیم نے سورۃ البقرہ کی آیت 154 اور سورۃ آل عمران کی آیات 171-169 میں شہداء کی برزخی خصوصی زندگی کا اعلان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا، انہیں مردہ نہ کہو، انہیں مردہ گمان بھی نہ کرو وہ زندہ ہیں۔ اس زندگی کی بنیاد جو قرآن حکیم سے سمجھ آتی ہے، وہ یہ ہے کہ انہوں نے اجان فی سبیل الله دی ہے۔ راہِ خدا میں قربان ہونے کی جزا دائمی زندگی ہے۔ اب قرآن حکیم سے مقام نبوت کے بارے میں پوچھیں تو وہ کہتا ہے کہ نبی کا سب کچھ فی سبیل اللہ ہے ارشاد عالی ہے۔

قرآن سے استدلال

"قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین"o (الانعام 162)

ترجمہ: "آپ فرمادیں کہ یقیناً میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب دنیاؤں کے پروردگار تعالیٰ کے لئے ہے"۔

شہید کی صرف موت اللہ کے لئے تھی، تو اسے حیاتِ دائمی ملی اور جن کی نماز (یعنی ساری عبادات) اور قربانی (راہ حیات کی ساری مساعی) ساری زندگی اور زندگی کے ساتھ وصال بھی اللہ کریم کے لئے ہو۔ کیا انہیں حیات دائمی نہیں ملے گی؟ ذرا سوچوں میں وسعت دیجئے، قرآن پاک کے ساتھ چلئے اور اعلان فرمائیے کہ ایک صفت والا زندۂ جاوید ہے، تو اس ایک صفت کے ساتھ مزید تین صفات والا کیسے زندۂ جاوید نہیں ہوگا۔ اقبالؒ نے کتنے پتے کی بات کہہ دی کہ۔

مصطفی علیہ السلام با ابتداء بے انتہا ست
مصطفی علیہ السلام راصبح و شام ماکجا مت

ترجمہ: مصطفیٰ علیہ السلام کی ابتداء تو ہے لیکن انتہا نہیں ہے، ہماری صبحیں اور شامیں (جن سے ہماری زندگی عبارت ہے) ان کی سرکار میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں یعنی ان کی زندگی کو صبح وشام کے پیمانے سے ناپا نہیں جا سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ امت مرحومہ روزِ اول سے آج تک حیات انبیاء کی عموماً اور حیات سید الانبیاء علیہم السلام کی خصوصاً معتقد رہی ہے۔ سیدنا صدیق اکبر سے لیکر آج کے دور تک سب حیات مصطفویؐ کو اپنے ایمان کی جان سمجھتے ہیں۔ اگر چند مولوی نما بے خبر یا چند حقہ نوش محقق اسے نہ مانیں تو اس کا کوئی اثر ملت کے مزاج پر نہیں پڑتا۔

صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں بصد ادب حاضری دیں اور آپ کے ارشادِ سامیہ سنیں، تاکہ پتہ چلے کہ آقا علیہ السلام کی حیات طیبہ کا کتنا رفیع مقام ہے۔

روایات ابن ماجه

سب سے پہلے ابن ماجہ ملاحظہ فرمائیں ارشاد ہوتا ہے۔

الف) "وان احدا عصلی علی الاعرضت علی صلوته حتی یفرغ منها قال قلت و بعد الموت قال و بعد الموت ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجهاد الانبیاء فنبی الله حیی یرزق"o(ابن ماجہ صفحہ 119 سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ: "(حضرت ابوالدرداء راوی ہیں کہ سید کل علیہ السلام نے فرمایا) جو کوئی بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اس کا درود فراغت کے ساتھ میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ راوی (ابوالدارداء) کہتے ہیں، میں نے عرض کیا کیا وصال کے بعد بھی (اسی طرح درود پیش کیا جاتا رہے گا) ارشاد ہوا کہ وصال کے بعد بھی (ایسا ہی ہوگا) یقیناً اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے نبیوں کے جسموں کو کھانا حرام کردیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے اسے رزق عطا کیا جاتا ہے"۔

دنیا کے جس گوشے میں بھی درود پڑھیں حضورؐ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ فرمایئے کوئی شے زندہ کے سامنے پیش ہوتی ہے یا مردہ کے سامنے؟ پھر اس زندگی کو کتنے حسین انداز سے آقا علیہ السلام نے کھول کر بیان فرمادیا کہ زمین پر نبیوں کا جسم کھانا حرام ہے۔ اور واضح بات ہے کہ زمین اس جسم کو نہیں کھاتی جو زندہ ہو۔ آپ کہیں بھی زمین پر بیٹھ جائیں لیٹ جائیں وہ آپ کو نہیں کھائے گی۔ کھائے گی تبھی جب آپ زندہ نہیں رہیں گے۔

مزید تاکید فرماتے ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے، اسے رزق عطا فرمایا جاتا ہے رزق زندہ ہی کھاتا ہے مردہ رزق نہیں کھایا کرتا۔ یہ کہنا حماقت ہے کہ جو رزق کھاتا ہے اسے رفع حاجت کرنا ہوتی ہے پھر وہ رفع حاجت کہاں کرتے ہیں۔ ہم عرض کر چکے ہیں کہ برزخ کا اس دنیا پر قیاس نہیں کیا جاسکتا آپ نہیں دیکھتے کہ بچہ ماں کے پیٹ میں زندہ ہوتا ہے مگر رفع حاجت نہیں کرتا۔ پھر اعتراض برائے اعتراض کا تو کوئی فائدہ نہیں۔

دوسری حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

ب) "فاکثر واعلی من الصلوۃ فیه فان صلوتکم معروضه علی فقال رجل یا رسول الله کیف تعرض صلوتنا علیک وقدارمت یعنی بلیت قال ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء"o(ایضاً)

ترجمہ: "(حضرت اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ السلام سے جمعہ کے فضائل روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں)تم مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھا کرو۔ کیونکہ تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے(حاضرین محفل عالیہ) سے ایک شخص بولا ،یارسول اللہ! جب آپ قبر مبارک میں بوسیدہ ہو جائیں گے تو ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا۔آقا علیہ السلام نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے جسم کھانا حرام فرمادیا ہے"۔

اس حدیث سے بھی پتہ چلا کہ نبیوں کے جسموں پر قبر کی مٹی کے اثرات نہیں پڑتے اسی لئے تو صاحب ہدایہ نے فرمایا!

"وھوالیوم کماوضع"(فصل فی الصلوۃ علی المیت ،ہدایہ جلد 1 صفحہ 138۔۔مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ: "آج بھی حضور علیہ السلام اسی طرح ہیں جس طرح قبر میں اتارے گئے تھے"۔

ایک نکتہ

پہلی حدیث کا آخری جملہ ہے۔"فنبی الله حیی یرزق" (اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے، رزق دیا جاتا ہے)

یرزق مضارع مجہول کا لفظ ہے معنی ہے اسے رزق دیا جاتا ہے اس سے حیات ثابت ہوتی ہے مگر بہت سارے ائمہ نے اسے "یرزق" پڑھا ہے۔اس صورت میں یہ مضارع معلوم ہے اور معنی ہے وہ نبی رزق دیتا ہے۔اس طرح پڑھنے سے اس حدیث کی مطابقت بھی ہو جاتی ہے جس میں آقا علیہ السلام نے فرمایا!

"انما انا قاسم والله یعطی"o (بخاری جلد 1 صفحہ ۲۴ دارالمعرفہ بیروت فانی)

"انماجعلت قاسماً قسم بینکم"o(متفق علیہ، مشکوۃ جلد 2 صفحہ 407 سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ: ''میں تو صرف بانٹتا ہوں، اللہ تعالیٰ دیتا ہے''۔

وہ ظاہری دنیا بھی بانٹتے رہے ہیں اور برزخ میں بھی بانٹ رہے ہیں۔ جس کا اولیائے امت مشاہدہ فرماتے رہتے ہیں۔ اس مشاہدے کا تذکرہ علمائے ملت نے کئی اندازوں سے فرمایا ہے۔

روایت امام ابوداؤد

''فاکثر واعلی من الصلوۃ فیه فان صلو تکم معروضة علی قال قالوا یارسول الله کیف تعرض علیک و قدار ارمت قال یقولون بلیت فقال ان الله عزوجل حرام علی الارض اجسام الانبیاء''o(ابوداؤد شریف جلد 1 صفحہ 157)

ترجمہ: ''وہی ہے جو اوپر ابن ماجہ کی حدیث ''ب'' میں گزرا''۔

علامہ علی قاری کی شارحانہ رائے

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے مشہور حنفی محقق علامہ علی القاری رقم طراز ہیں:

''وکلام الطیبی یفید حصر العرض والسماع بعد الموت بالانبیاء ولیس کذالک فان سائر الاموت ایضا یسمعون السلام والکلام و یعرض علیهم اعمال اقاربهم فی بعض الایام نعم الانبیاء تکون حیا تهم علی وجه الاکمل و یحصل بعض وراثهم من الشهداء والاولیاء والعلماحفظ ابدانهم فی قبور هم''o(ایضا حاشیہ نمبر 5 بحوالہ مرقاۃ علامہ علی القاری)

ترجمہ: ''علامہ طیبی کی عبارت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اعمال کا پیش ہوتا اور سننا صرف انبیاء کیلئے خاص ہے، لیکن بات اس طرح نہیں ہے، سب مردے بھی سلام اور کلام سنتے ہیں کچھ دنوں میں ان کے رشتہ داروں کے اعمال ان کے سامنے بھی پیش کیے جاتے ہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ نبیوں کی زندگی بہت ہی کامل ہوتی ہے اور ان کے کچھ وارث شہداء اولیاء اور علماء کے بدن بھی بطور وارثت انبیاء کے اپنی قبروں میں محفوظ و سالم رہ جاتے ہیں''۔

یہ ہے ہمارے اسلاف کا عقیدہ کہ انبیاء کی حیات بڑی کامل و اکمل ہوتی ہے اور ان کے حقیقی

وارثوں کی زندگی بھی ان کے عکس کی وجہ سے ہوتی ہے ان کے اجسام بھی نبیوں کی اتباع کی وجہ سے محفوظ رہتے ہیں۔ ان کے سامنے بھی کچھ دنوں میں ان کے رشتہ داروں کے اعمال پہنچتے ہیں۔ لا تعداد کتب میں محققین مذہب نے یہی لکھا ہے۔ جو علامہ علی القاری فرمار ہے ہیں۔

ب) "عن ابی ھریرہؓ ان رسول اللہ ﷺ قال مامن احد یسلم علی الارداللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام "o(ابوداؤد جلد 1 صفحہ 286 مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا! جو شخص مجھے سلام پیش کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ میری روح لوٹا تا ہے (مجھے اس کا علم عطا فرماتا ہے) تو میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں"۔

جو بندہ بھی سلام پیش کرتا ہے اسے جواب ملتا ہے سلام پیش کرنے والے کتنے ہیں۔ کائنات انسانی کہاں تک پھیلی ہوئی ہے۔ سلام پیش کرنے والے پھر صرف انسان تو نہیں۔ ملائکہ بھی ہیں ایک لاکھ چالیس ہزار فرشتے تو روزانہ حاضری دیتے ہیں۔ جنات کی تعداد الگ ہے۔ ان سب کا جواب عطا فرمانا ہے۔ فرمایئے عام انسان زندہ ہوتے ہوئے بھی اتنی کثیر تعداد کا جواب دے سکتا ہے؟ اگر نہیں تو جو جواب عطا فرمار ہے ہیں۔ ان کی زندگی آپ کی زندگی سے لاکھوں درجہ قوی اور مکمل ہوئی کہ نہیں؟ اگر قوی ہے تو آیئے ہمارے ساتھ صلوۃ وسلام پیش فرمایئے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
الصلوۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

ج) "وصلّوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم "o(ایضاً)

ترجمہ: "تم مجھ پر درود پڑھو یقیناً تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے تم جہاں بھی ہو"۔

یہاں سید کل علیہ السلام درود پڑھنے کا حکم دے رہے ہیں۔ پتہ چلا کہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں درود پیش کرنا ضروری بھی ہے۔ اور ایمان کا تقاضا بھی ہے سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ہم دور ہیں۔ ہماری آواز وہاں تک نہیں جا سکتی۔ تو اس کا جواب سید کل علیہ السلام نے پہلے ہی دے دیا کہ تمہارا

کام درود پڑھنا ہے تم پڑھو وہ خود ہم تک پہنچ جائیگا۔

قابل غور

علماء سے درخواست ہے کہ ملاحظہ فرمائیں۔ تبلیغ (وہ مجھے پہنچتا ہے) کے فعل کا فاعل صلوۃ، یعنی درود ہے وہ پہنچتا ہے، یہاں کسی فرشتے کا ذکر نہیں ہے، یعنی خود پہنچتا ہے مطلب یہ ہوا کہ ہم خود اسے سنتے ہیں۔ تم جہاں کہیں بھی ہو پڑھتے جاؤ۔ ہم سنتے رہیں گے، دور اور نزدیک کی بحث ہی ختم ہوگئی یہ فاصلے فاصلے نہیں ہیں۔

ے عشق کی اک جست نے طے کردیا قصہ تمام

امام ابوداؤد نے یہاں ایک اور حدیث بھی نقل فرمائی ہے۔ ایک نئی سرخی کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

باجماعت قبروں پر حاضری

"قال خرجنا مع رسول اللہؐ نریدقبور الشهداء حتی اذا اشر فنا علی حرة واقم فلما تد لینا منها فاذا قبور بمحنیة قال قلنا یا رسول الله ا قبور اخواننا هذه قال قبور اصحابنا جئنا قبور الشهداء قال هذه قبور اخواننا"o(ایضاً)

ترجمہ: ''حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ روایت فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ شہیدوں کی قبروں کی زیارت کے لئے نکلے۔ ہم واقم کی حرہ پر چڑھ گئے۔ آگے اس سے اترائی کی طرف ڈھلکے تو وادی کے موڑ پر کچھ قبریں دیکھیں ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ! کیا ہمارے بھائیوں یعنی شہداء کی قبریں یہی ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا! یہ ہمارے اصحاب کی قبریں ہیں۔ جب ہم (آگے نکل کر) شہداء کی قبروں تک پہنچے تو ارشاد ہوا یہ ہمارے بھائیوں کی قبریں ہیں''۔

حضور کریم علیہ اطیب التحیۃ واکمل التسلیم جماعتِ صحابہ کے ساتھ زیارت قبور کے لئے تشریف لے جارہے ہیں، یہ سفر کیسا تھا۔ کیا اسی طرح امتی زیارت رسول علیہ السلام کے لئے نکلے تو وہ کیسے بدعت ہوگی؟

پھر بار بار یہ کیوں ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ مدینہ طیبہ جاؤ تو نیت مسجد نبوی کی کرو۔ روضہ رسول علیہ السلام

کی نیت نہ کرو یہ شرک ہے۔ مسجد نبوی ﷺ کی عظمتوں کو سلام کہ اس کی نسبت ہمارے آقا علیہ السلام کی طرف ہے۔ ورنہ وہ عمارات کے میٹیریل سے بنی ہے۔ روضہ اقدس بھی میٹریل سے بنا ہے مگر یہ اعزاز بھی تو حاصل ہے۔ کہ اس میں جانِ عالم روح ایمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم بجسد عنصری تشریف فرما ہیں۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اشتیاق ملاحظہ فرمایئے، کہ راستے کی قبروں کو بے قراری سے شہداء کی قبریں سمجھ رہے ہیں۔ شہداء کی رفعتوں پر سلام کہ سید کل علیہ السلام انہیں بھائی فرما رہے ہیں۔ اللہ کرم فرمائے اور بات سمجھ آجائے۔

امام نسائی کی روایات

امام نسائی بھی اپنی کتاب میں حیات الانبیاء کے بارے میں حدیث پاک یوں نقل فرماتے ہیں۔

الف) "فاکثروا علی من الصلوة فان صلوتکم معروضة علی قالوا یا رسول اللہ ! کیف تعرض علیک وقدارمت ای یقولون قد بلیت قال ان اللہ عزوجل حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء علیہم السلام"o (نسائی جلد 1 صفحہ 155-154)

ترجمہ: "اوپر ابن ماجہ میں گزر چکا ہے۔ کتنی خوش نصیبی ہے کہ درود ہم پڑھیں وہ درود سید عالم ﷺ کی سرکار عرش وقاء میں ہمارے نام سے پیش ہو۔ اور ہم بذریعہ درود یہاں ورد زبان کر رہے ہوں۔

"اللھم صلی علی النبی الامی محمد و آلہ وصحبہ واتباعہ وسلم"o

ب) حیاتِ نبوی کے موضوع پر کچھ احادیث ضروری ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

۵) بیہقی شعب الایمان میں اپنی سند سے روایت کرتے ہیں۔

الف) "عن النبیؐ قال من زارنی متعمدًا کان فی جواری یوم القیامة"o (مشکوۃ جلد 1 صفحہ 240)

ترجمہ: "رحمت عالم ﷺ نے فرمایا، جس نے قصد کر کے میری زیارت کی وہ قیامت کے دن میرے جوار و پڑوس میں ہوگا"۔

متعمد کا قصد کر کے، جان بوجھ کر، پکے ارادے سے آنے کو فرمایا گیا ہے۔ یعنی وہ میرے

پاس آنے کی نیت کر کے گھر سے نکلا، اس کا میری زیارت کے علاوہ اور کوئی مقصد نہ تھا۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ مدینہ طیبہ میں نہ تو تجارت کی غرض سے آیا اور نہ ہی کسی عزیز یا دوست کو ملنے آیا۔ صرف ایک ہی مقصد تھا کہ سید کل علیہ السلام کی زیارت کے لئے حاضر ہونا ہے۔ اب اس زیارت کی برکت یہ ہے کہ قیامت کے دن وہ آقا علیہ السلام کے جوار میں ہوگا۔ گھر کے متصل جو پڑوسی ہے وہ جار ہے اس کا گھر جوار میں ہے قیامت کے ہولناک ماحول میں جوان کے جوار یا پڑوس میں ہوگا۔ وہ کتنا خوش نصیب ہوگا۔ وہاں تو ان کی مہک ہوگی۔ ان کے انوار ہوں گے۔ جنت کی ہوائیں قدم چوم رہی ہوں گی۔

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں مردے جلا دیئے ہیں

صاحب مرقات نے ایک واقعہ نقل فرمایا ہے ایمان تازہ کرتے چلیں۔

"وعن بعض العارفین انه حج ولم یزره قال اتجر دللزیارة"o(مرقات حاشیہ مشکوۃ صفحہ 240 شبہ صفحہ 12)

ترجمہ: ''ایک عارف سے مروی ہے کہ انہوں نے حج کیا۔ مگر (حج کے بعد) آپ علیہ السلام کی زیارت کیلئے نہیں گئے۔ اور فرمایا کہ زیارت کے لئے الگ سفر کروں گا''۔

ہمارے اکثر چشتی حضرات بھی اس حدیث پاک کی روشنی میں پہلے سیدھے مدینہ طیبہ میں آپ علیہ السلام کی زیارت کے لئے حاضری دیتے ہیں۔ فقیر بھی اپنے احباب کے ساتھ اکتوبر 1998ء میں عمرہ کے لئے گیا تو پہلے اپنے آقا علیہ السلام کے روضۂ نور پر پہنچ کر آپ علیہ السلام کی خدمتِ عالیہ میں سلام عرض کیا۔ 2000ء میں پھر حاضری ہوئی تو یہی عمل دہرایا۔

ب) "وعن ابن عمر مرفوعاً من حج فزا رقبری بعد موتی فکانماز ارنی فی حیاتی"o(بیہقی، مشکوۃ جلد 1 صفحہ 241)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرؓ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ سید کل علیہ السلام نے فرمایا! جس نے میرے وصال کے بعد میری قبر اقدس کی زیارت کی (وہ یہ سمجھے کہ گویا اس نے) میری زندگی میں زیارت کی''۔

دونوں احادیث میں ایک تو قبروں پر جانا جائز ثابت ہوا۔ دوسرا یہ بھی پتہ چلا کہ حضور علیہ السلام زندہ ہیں۔ جو زندہ نہیں ہوتا اسے تو پتہ نہیں ہوتا کہ کون قبر پر آیا ہے۔ پھر وہ کسی کو قیامت کے دن اپنے پڑوس میں کیسے جگہ دے سکتا ہے؟ سید کل علیہ السلام نے متعمد کا لفظ استعمال فرما کر یہ بھی بتا دیا کہ انہیں ان کا بھی علم ہے جو صرف ان کے ارادے سے حاضری دیتے ہیں اور آپ علیہ السلام انہیں بھی پہنچانتے ہیں۔ جو کسی اور غرض کے لئے مدینہ طیبہ میں جاتے ہیں اور غرض پوری کر کے آستانہ قدسیہ پر حاضر ہوتے ہیں۔

تیسری بات یہ ثابت ہوئی کہ حاضری دینے والے کا ایمان یہ ہو کہ آپ علیہ السلام زندہ ہیں اگر کسی کا یہ ایمان نہیں ہے تو اسے حاضری کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ مرقات میں مصنف کا ارشاد ہے کہ اگر فرض حج کرنے جائے تو پہلے حج کر کے پھر حاضری دے۔ تو یا جا کر عرض کرے گا۔ آپ نے یا رسول اللہ! سلام اللہ علیک ہمیں اللہ کریم کے حق بتائے ہیں وہ حق ادا کر کے حاضر ہو رہا ہوں۔ اگر حج نفلی ہے تو اسے اختیار ہے جہاں سے چاہے ابتداء کرے۔ صاحب مرقاۃ نے یہ بات امام الائمۃ حضرت امام اعظمؒ سے روایت کی ہے۔ ملاحظہ ہو (مشکوۃ جلد 1 صفحہ 241 حاشیہ 1)۔

ج) یہ حدیث تو امت میں درجہ شہرت کو پہنچی ہوئی ہے کہ امام عالمین علیہ اطیب التحیۃ والتسلیم نے فرمایا۔

"من زار قبری و جبت له شفاعتی" o

ترجمہ: ''جس نے میری قبر انور کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی''۔

عام قبروں کی زیارت تو سنت ہے، مگر آقا علیہ السلام کے مزار مہبط انور کی زیارت کی جائے تو گنہگاروں کی سہارا آقا علیہ السلام اس کی شفاعت کی ذمہ داری قبول فرما کر اعلان فرماتے ہیں کہ اب زائر کی شفاعت مجھ پر واجب و لازم ہوگئی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ اب لازماً جنتی ہے اس لئے کہ آپ علیہ السلام کی شفاعت میدانِ قیامت میں اللہ کریم رد نہیں فرماتے۔ وہاں تو ارشاد ہے!

"سل تعط اشفع تشفع" مانگیئے۔ آپ کو عطا کیا جائے گا۔ (محبوب! آپ شفاعت فرمائیں آپ

کی شفاعت مقبول ہے)۔(مشکوۃ جلد2 صفحہ 483 بحوالہ بخاری و مسلم)

فرمایئے مدینہ طیبہ جائیں تو پہلے مسجد نبویؐ میں حاضری دیں یا آقائے دو جہاں علیہ السلام کی خدمت مقدسہ میں حاضر ہوں؟ کچھ تو فرما کر اس پر بھی غور فرمالیں کہ اس مسجد گرامی کی ساری عظمت کا راز یہ ہے کہ اس کی نسبت ذات نبویؐ ہے۔ تبھی تو اس کا نام مسجد نبویؐ ہے، اگر یہ نسبت نہ ہوتی تو وہ ایک عام مسجد ہوتی، ایمان کیا کہتا ہے اصل کی طرف جائیں یا نسبت کی طرف دوڑیں سچ ہے ۔

تجھے اک نے اک بنایا

یہ بھی حق ہے کہ

لم یات نظیر ک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا

ہم ابھی اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ درود براہِ راست پہنچتا ہے کچھ احادیث میں ہے پیش کیا جاتا ہے یہ بات براہِ راست پہنچنے کے خلاف نہیں۔ انہوں نے خود سن لیا، دربارِ رسالت کے آداب کے تحت پھر فرشتوں کے ادب سے پیش کیا۔ عظمت سرکار علیہ السلام اجاگر ہوئی درود کی شان ظاہر ہوئی، درود پڑھنے والے کا مرتبہ بھی بلند ہوا۔

"اللھم وفقنا ان نصلی علی رسولنا فی حیاتنا وبعد مماتنا و یوم النشور وفی الجنة فی مجلسه علیه السلام آمین بجاه النبی الامینؐ "o

ہم نے کتب صحاح ستہ سے سید کل علیہ السلام کی برزخی حیات طیبہ پر دس احادیث پیش کر دیں۔

۲) ایمان والوں کے لئے تو ایک حدیث ہی کافی ہوتی ہے۔ ہم نے کئی احادیث نقل کر دی ہیں، اب تو تسلی اور تسکین سے حیات انبیاء کا عقیدہ مان لینا چاہیئے۔

حاصل کلام

۱) انبیائے عالی مقام عموماً اور سید کل علیہ السلام خصوصاً اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۲) حضور کریم علیہ التسلیم بنفس نفیس درود سنتے ہیں۔

۳) عام مومنین بھی قبروں پر جانے سے سلام و کلام سنتے ہیں۔

۴) رحمت عالم علیہ السلام خود درود پڑھنے کا حکم دے کر ہمیں عزت بخشی ہے۔

۵) قبروں پر تنہا بھی اور احباب کے ساتھ مل کر جانا بھی بالکل جائز ہے۔

۶) درود شریف کے ذریعے امت اپنے آقا علیہ السلام سے رابطہ رکھتی ہے۔

۷) ساری امت آپ علیہ السلام کو حیات مانتی ہے۔

۸) انبیاء کے مقدس جسموں کو مٹی نہیں کھاتی، ان کے سچے متبعین کو بھی مٹی نہیں کھاتی۔

کس کس نے قبروں پر حاضری دی

- نبی رحمت علیہ السلام قبروں پر بے شمار دفعہ تشریف لے گئے۔
- صحابہ کرام علیہم الرضوان نے قبروں پر حاضری دی۔

صحابیات بھی شامل ہیں:

- سیدہ عائشہؓ اور امہات المومنین نے قبور پر حاضری دی۔
- سیدہ عائشہؓ مدینہ طیبہ سے اپنے بھائی عبدالرحمان کی قبر پر مکہ میں آئیں۔ (ترمذی، جلد 1 صفحہ 203)
- حضور علیہ السلام کے مزار مہبطِ انوار پر صدیق اکبرؓ سے لے کر آج تک ساری امت خواتین سمیت حاضری دے رہی ہے۔ اور قیامت تک حاضری دیتی رہے گی۔ یہ اجماع امت ہے جس کی تردید نہیں کی جاسکتی۔
- علیین میں جہان اہل اللہ کی ارواح ہیں۔ فرشتے حاضری دیتے ہیں قرآن حکیم کا ارشاد ہے۔

"وماادرالک ماعلیون o کتاب مرقوم o یشھدہ المقربون" o (المطففین 21-19)

ترجمہ: "تجھے کیا خبر علیین کیا ہے وہ ایک لکھا ہوا دفتر ہے اس کا مشاہدہ کرتے ہیں (دیکھتے ہیں حاضر ہوتے ہیں) مقرب فرشتے"۔

فرمائیے ان مقدس انسانوں کا عمل درست ہے؟ یا یہ کہنا درست ہے کہ قبروں پر جانا شرک اور بدعت ہے؟ عورتوں کو نہیں جانا چاہیے۔ کیا جو خواتین امہات المومنین اور صحابیات کے انداز کو اپنا کر قبروں پر جاتی ہیں۔ وہ مشرک ہیں؟ اگر نہیں تو پھر قوم کو معاف فرمائیے اب ہو چکی نماز مصلی اٹھائیے، آئیے اب کچھ ایصال ثواب پر بھی گفتگو ہو جائے۔

کیا ایصالِ ثواب جائز ہے

ایصالِ ثواب بھی کچھ تحفے کے ساتھ دعا ہے سید کل علیہ السلام کو اللہ کریم نے دعا کا یوں حکم دیا۔

"وصل علیهم ان صلوتک سکن لهم"o (پارہ 11 سورۃ التوبہ 103)

ترجمہ: آپ ان کے لئے دعا فرمائیں، یقیناً آپ کی دعا ان کے لئے باعث سکون واطمینان ہے"۔

دعائے رسول ﷺ

اسی حکم کی تعمیل میں حضور علیہ السلام جنت البقیع اور دوسرے قبرستانوں میں جا کر دعا فرمایا کرتے تھے۔ حسب ارشاد قرآن پاک، آپ علیہ السلام دعا سے میت کو تسکین ہوتی تھی۔ اب قبر میں تسکین صرف اسی صورت میں مل سکتی ہے کہ گنہگار عذاب سے چھوٹ جائے اور اسے نوید مغفرت مل جائے۔

احادیث میں آپ کی بے شمار دعائیں مذکور ہیں۔ جو آپ علیہ السلام نے جنت البقیع سمیت مختلف قبرستانوں میں مانگی ہیں۔ ایک دعا سن کر ایک صحابی خواہش کرنے لگے کہ کاش میں قبر میں ہوتا۔ (سنن نسائی جلد 2 صفحہ 27 عن عوف بن مالک)

ہر وہ عمل جس سے مرنے والے کو قبر میں فائدہ پہنچتا ہو۔ شرعاً کار خیر اور جائز ہے۔ آپ مرنے والے کے لیے قرآن پاک پڑھ کر ایصال ثواب کریں۔ نوافل نماز اور نوافل روزے رکھ کر ثواب پہنچائیں۔ اس کی طرف سے فرض حج کر کے ایصال ثواب کریں۔ مسجد، سرائے، مدرسہ، ہسپتال، کنواں یا کوئی اور رفاعی ادارہ بنا کر اس کا ثواب ان کے نامہ اعمال میں بوسیلہ سید کائنات علیہ السلام جمع کرادیں یہ سب صورتیں جائز ہیں، مستحسن ہیں، مرنے والا دار الجزاء میں ہے، اسے مصائب نے گھیر رکھا ہے وہ گویا پانی میں ڈوب رہا ہے۔ (مشکوۃ جلد 1 صفحہ 206 بحوالہ بیہقی)

ایسے میں کسی بے کس کی مدد انسانیت کی معراج ہے اور مسلمان تو بحکم رسول اللہ علیہ السلام تکالیف کے دور کرنے کی ہمیشہ تلاش میں رہتا ہے آج وہ کسی کی تکلیف دور کرنے میں معاون ہوگا۔ تو کیا اللہ کریم جل مجدہ اس کی تکلیف دور فرمائیں گے۔ (ترمذی جلد 2 صفحہ 14 مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)

ایک غلط استدلال

بعض حضرات ---------

"لا تزر وازرۃ وزر اخری"o (پارہ 8 سورۃ الانعام 164)

ترجمہ: "کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی اور کا بوجھ نہیں اٹھائے گی"۔

کی عبارت مقدسہ سے غلط استدلال کر کے دعا، ایصال ثواب، شفاعت اور کسی کی طرف سے صدقہ وغیرہ کا انکار کرتے ہیں۔ قرآن حکیم کی ایک اور آیت پیشِ خدمت ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ ایک کا بوجھ دوسرے پالا دیا جائے گا، ملاحظہ ہو۔

"ولیحملن اثقالھم واثقالا مع اثقالھم ولیسئلن یوم القیٰمۃ عما کانوا یفترون"o

(پارہ 20 سورۃ العنکبوت 13)

ترجمہ: "وہ ضرور اپنے بوجھ اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ بھی اٹھائیں گے اور لازماً قیامت کے دن ان کی افترا پردازیوں کے متعلق پوچھا جائیگا"۔

فرمایئے آپ کے ترجمہ کے مطابق آیات میں تعارض ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس تعارض کو دور فرما کر ہمیں اطلاع سے نوازیں۔ اگر آپ تعارض دور نہیں کر سکتے تو پھر اپنے معنی پر غور فرما کر اسے درست کریں، تاکہ قرآن پاک میں تعارض نہ رہے۔

وہ احادیث بھی ضرور آپ کی نظروں سے گزری ہوں گی۔ جن میں سید کل علیہ السلام نے فرمایا! کہ زیادتی کرنے والے کے نیک اعمال مظلوم کو دے دیئے جائیں گے۔ اگر پھر بھی حق پورا نہ ہوا، تو مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال کر اسے جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ پھر یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ شفاعت کی حقیقت کیا ہے؟ کیا شفاعت فرما کر اسے گناہوں کے بوجھ سے ہلکا کر کے جنت میں نہیں پہنچا دیا گیا ہے بندے کی تخلیق ہی لوگوں کو فائدہ دینے کے لئے ہے۔ سرکارِ عرش وقار علیہ السلام کا یہ ارشاد ہی یاد فرمالیجئے:

"من کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ"o

ترجمہ: "جو اپنے بھائی کے کام میں لگا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجتیں پوری فرماتا رہتا ہے"۔ (سبحان اللہ)

پتہ چلا کہ آیت مبارکہ کا وہ معنی نہیں ہے جو یہ لوگ مراد لے رہے ہیں اب ذرا احادیث

مبارکہ کے کچھ حوالے بھی پڑھتے چلیں۔

ایصال ثواب اور حدیث بخاری

الف) "عن عائشہؓ ان رجلاقال النبیؐ ان امی افتلتت نفسھا و اظنھا تو لکلمت تصدقت فھل لھا اجر ان تصدقت عنھا قال نعم" o(بخاری جلد 1 صفحہ 241 دارالمعرفۃ بیروت)

ترجمہ: "سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی مکرمؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ میری والدہ اچانک (بولے بغیر) مرگئیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر وہ بولتیں تو صدقہ ضرور کرتیں۔ میں اگر ان کی طرف سے صدقہ کردوں تو کیا انہیں ثواب ہوگا۔ حضور کریم علیہ السلام نے فرمایا جی، یعنی ثواب ہوگا"۔

حدیث سے واضح ہوگیا، کہ کسی کی طرف سے صدقہ کیا جاسکتا ہے حدیث میں کسی خاص صدقہ کی تعین نہیں ہے لہذا جو چیز بھی صدقہ کرنا چاہیں کرسکتے ہیں۔

کسی کے ایصال ثواب کے لئے حج

ب) "عن الفضل ان امراۃ من خثعم قالت یا رسول اللہؐ ان ابی شیخ کبیر علیہ فریضۃ اللہ فی الحج وھو لا یستطیع ان یستوی علی ظھر بعیرہ فقال النبیؐ فحجی عنہ" o(مسلم جلد 1 صفحہ 431 سعید کمپنی کراچی، نیز ملاحظہ ہو، نسائی جلد 2 صفحہ 3-2 بارہ احادیث)

ترجمہ: "حضرت فضل بن عباسؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک خاتون نے عرض کیا، یارسول اللہؐ! میرے والد بہت بوڑھے ہیں ان کے ذمہ اللہ کریم کا فرض حج باقی ہے وہ تو اپنے اونٹ کی پشت پر سیدھے بیٹھ بھی نہیں سکتے۔ سید کل علیہ السلام نے فرمایا تو اپنے باپ کی طرف سے حج کرلے"۔

حدیث پاک سے پتہ چلا کہ کسی کی طرف سے فرض حج کیا جاسکتا ہے۔ جب وہ آدمی کسی وجہ سے حج نہ کرسکے آتے ہم تفصیل سے عرض کریں گے۔ کہ کون سی عبادت کسی کی طرف سے کی جاسکتی ہے اور کون سی نہیں کی جاسکتی۔ مسلم نے ایک روایت بھی نقل فرمائی ہے وہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

ج) "عن ابن عباس عن النبیؐ لقی رکبابا لروحاء فقال من القوم قالوا المسلمون

فقالو امن انت قال رسول الله فرفعت اليه امراة صبياً فقالت الهذا حج قال نعم ولک اجر"o(ایضاً)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ سید کل علیہ السلام مقام روحاء پر کچھ سواروں سے ملے اور فرمایا آپ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے جواب دیا ہم مسلمان ہیں، اب انہوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا اللہ کا رسول ہوں۔ ایک خاتون نے آپ کی طرف ایک بچہ کو اٹھا کر پوچھا کیا اس کا بھی حج ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں اور ثواب تجھے ملے گا"۔

پتہ چلا کہ معصوم بچے کو کوئی حج کرائے تو بالغ ہونے کے بعد مالدار ہونے کی صورت میں جو حج اس پر فرض ہوگا وہ موجودہ حج سے ادا نہیں ہوگا۔ مگر موجودہ حج کا ثواب اس کی والدہ کو مل جائے گا۔ معلوم ہوا کہ کسی عمل کا ثواب آپ زندہ آدمی کو بھی پیش کر سکتے ہیں آپ ذرا سوچیں۔ جب اچانک ان سفرِ حج پر جانے والوں کو آقائے جہاں کی زیارت ہوئی ہوگی تو ان کی محبت کی دنیا میں کیسی بارانِ رحمت نازل ہوئی ہوگی۔ اور ان کے وجدان میں کیسا طوفانِ نور آیا ہوگا۔ آج ابرِ رحمت صحرا پر برس کر دلوں کو گل و گلزار کر گیا۔

گاہ باشد کہ بگدائے سیر کوئے بخشند
ابرِ رحمت کہ بباغاں ندہند

اے ہمارے کریم پروردگار اس رحمت کی پھوار ہمارے مرجھائے دلوں پر بھی برسا دے۔
"انک علی کل شئی قدیر"o

کسی کو ثواب بھیجنے سے بخشش

د) "وعن ابی اسید الساعدی قال بینا نحن عند رسول اللهؐ اذجائه رجل من بنی سلمة فقال یا رسول اللهؐ هل بقیمن برابوی شیئی ابر همابه بعد موتهما قال نعم الصلوة علیهما والاستغفار لهما وانفاذعهد هما من بعد هما وصلة الرحم التی لا توصل الابهما و اکرام صدیقهما. (رواہ ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوۃ صفحہ 422 مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ: "ابو اسید ساعدیؓ سے روایت ہے کہتے ہیں! ہم امام الانبیاء علیہ السلام کی محفل اقدس میں

بیٹھے تھے کہ بنی سلمہ قبیلے کا ایک آدمی آکر عرض کرنے لگا۔ یارسول اللہ! کیا میرے والدین کی موت کے بعد کوئی ایسی نیکی (حسن سلوک) رہ گیا ہے جو میں کر کے ان کے حق میں نیک شمار ہوسکوں۔ فرمایا! ہاں ہے اور وہ ہے۔ ان کے لیے دعا اور استغفار۔ ان کی موت کے بعد ان کے عہد کا پورا کرنا، اور ان لوگوں سے صلہ رحمی کرنا جہاں صرف ان کی وجہ سے صلہ رحمی ہوسکتی ہے۔ (یعنی دادہال اور ننہال) ان دونوں کے دوستوں اور سہیلیوں کا احترام"۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا، والدین کے لئے استغفار اور دعا کا ثواب پہنچایا تو اللہ کریم نے اسے بار (نیک بخت والدین کا حق ادا کرنے والا) قرار دے دیا اور اس ایصال ثواب سے والدین کا حق ادا ہوگیا۔ اور یہ چیز رحمت و بخشش کا سبب بن گئی۔ باقی حقوق پر بھی غور فرمالیں، تاکہ معاشرہ میں نکھار، حسن اور اسلامی رعنائی پیدا ہوسکے۔

ایصالِ ثواب سے مراتب کی بلندی

س) "عن ابی هریرہ قال قال رسول اللہ ان اللہ عز وجل لیر فع الدرجه للعبد الصالح فی الجنة فیقول یا رب انی لی هذه فیقول باستغفار ولدک لک" ٥

(رواہ احمد مشکوۃ جلد 1 صفحہ 206-205، سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے یقیناً اللہ عزوجل نیک بندے کا درجہ جنت میں بلند فرماتا ہے تو وہ بندہ عرض کرتا ہے، میرے پروردگار یہ مرتبہ مجھے کیسے مل گیا ہے تو اللہ کریم فرماتے ہیں، تیرے لئے تیرے بیٹے کے استغفار سے"۔ (یہ مرتبہ ملا ہے)

بیٹے نے استغفار کا ہدیہ وثواب بھیجا تو مغفور جنتی باپ کو جنت میں اور اعلیٰ مقام ومرتبہ مل گیا۔ یہ ایصال ثواب کی برکت تھی جو بچہ اپنے لئے نہیں والد کے لئے کر رہا تھا۔

ایصالِ ثواب سے غرق ہونے والے بچ جاتے ہیں

ش) "وعن عبداللہ بن عباس قال قال رسول اللہ ما المیت فی القبر الا کالغریق

المتغوث ینتظر دعوة تلحقه من اب او ام او اخ او صدیق فاذا لحقته کان احب الیه من الدنیا وما فیها وان الله تعالیٰ لیدخل علی اهل القبور من دعاء اهل الارض امثال الجبال وان هدیه الاحیاء للاموات الاستغفار لهم"O(رواه البیہقی فی شعب الایمان مشکوۃ جلد1 صفحہ206)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباسؓ راوی ہیں کہ سید الکونین نے فرمایا! مردہ قبر میں بالکل یوں ہوتا ہے، جیسا مدد طلب کرنے والا غریق، وہ ماں باپ، بھائی یا دوست کی دعا کا طلب گار رہوتا ہے، تاکہ وہ دعا اسے پہنچے۔ جب دعا ملتی ہے تو وہ اسے دنیا اور اس کی سب چیزوں سے زیارہ اسے محبوب ہوتی ہے۔ اور یقیناً اللہ کریم زمین والوں کی دعا سے قبر والوں پر پہاڑ (جیسی برکات) داخل فرما دیتا ہے۔ اور یقیناً مردوں کے لئے زندوں کا تحفہ ان کے لئے استغفار ہے۔ سرکار علیہ السلام نے قبروں کے اندر کی ساری کیفیات کی تفصیل ارشاد فرما دی۔ یہ وہی ہستی کہہ سکتی ہے جو قبروں کے اندر دیکھ سکتی ہو۔ مردہ مدد کے لیے فریادیں کر رہا ہے، پھر کسی طرف سے دعا ہوتی ہے وہ کچھ پڑھ کر ایصال ثواب کرتا ہے مردے کو نظر آتا ہے کہ دعاؤں کے پہاڑ آرہے ہیں۔ اور کرم خداوندی نے اسے ڈھانپ لیا ہے، اس کی مغفرت ہو گئی ہے عذاب چھٹ گیا ہے آخر میں ایک اصول ارشاد فرما دیا کہ مردوں کو تحفہ بھیجنا ہے تو استغفار بھیجو۔ یہ بہترین تحفہ ہے اب پتہ چلا کہ ہر ثواب والی شے سے مردہ کو نفع ہوتا ہے۔ اس میں قرآن پاک، حدیث اور سب درود و دعائیں بھی شامل ہیں۔ اور اس کی طرف سے ادا ہونے والا کوئی صدقہ بھی شامل ہے۔ وہ غذا کی صورت میں ہے لباس کی صورت میں ہے کتب کی صورت میں ہے یا کسی اور صورت میں ہے، سب جائز ہے''۔

ایصال ثواب کے لئے غلام آزاد کرنا

ص) "ان العاص بن وائل اوصی ان یعتق عنه مائته رقبة فاعتق ابنه هشام خمسین رقبته فارادابنه عمرو ان یعتق عنه الخمسین الباقیة فقال حتی اسال رسول اللهؐ فاتی النبیؐ فقال یا رسول اللهؐ اوصی ابی ان یعتق عنه مائته رقبة وان هشام اعتق

عنہ خمسین وبقیت علیہ خمسون رقبتہ افاعتق عنہ فقال رسول اللہ ؐ انہ لا کان مسلما فاعتقتم عنہ اوتصدقتم عنہ اور حججتم عنہ بلغہ" ٥ (رواہ ابوداؤد، مشکوۃ جلد 1 صفحہ 266، سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ: "عاص بن وائل نے (مرنے سے پہلے) وصیت کی کہ اس کی طرف سے سوگردنیں (غلام) آزاد کی جائیں۔ اس کے بیٹے ہشام نے پچاس گردنیں آزاد کردیں۔ اب اس کے بیٹے عمرو نے چاہا کہ اس کی طرف سے باقی پچاس گردنیں آزاد کردے (تاکہ سو پوری ہوجائیں) پھر کہنے لگا۔ مجھے سید کل علیہ السلام سے پوچھ لینا چاہیئے کہ وہ سرکار علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگا، یارسول اللہ ؐ میرے باپ نے وصیت کی تھی کہ اس کی طرف سے سوگردنیں آزاد کی جائیں (میرے بھائی) ہشام نے اس کی طرف سے پچاس گردنیں آزاد کردی ہیں۔ اور پچاس اس کے ذمہ باقی رہ گئی ہیں۔ کیا میں اس کی طرف سے آزاد کردوں (یہ سن کر) اللہ کے رسول ؐ نے فرمایا! اگر وہ مسلمان ہوتا تو تم اس کی طرف سے آزاد کرتے یا اس کی طرف سے صدقہ دیتے یا اس کی طرف سے حج کرتے تو اس کو ضرور مل جاتا"۔

معلوم ہوا کہ ایصال ثواب صرف مومن کو کیا جاسکتا ہے عاص کفر کی حالت میں مرا تھا۔ لہٰذا اسے یہ ثواب نہیں مل سکتا۔ ثواب کے لئے غلام بھی آزاد کیا جاسکتا ہے ہر قسم کا صدقہ بھی دیا جاسکتا ہے۔ اور ہر قسم کا حج بھی کیا جاسکتا ہے۔

اسلام غلامی کے خلاف ہے

غلاموں کو آزاد کرنے کا بڑا ثواب ہے حدیث کی سب کتابوں میں یہ حدیث آتی ہے کہ اس کے ہر عضو کے بدلے میں آزاد کرنے والے کا ہر عضو جہنم سے آزاد ہوجاتا ہے۔ مختلف جرموں کی سزا میں قرآن سنت نے یہ کہا ہے کہ غلام آزاد کرو۔ اسلام غلامی کو مٹاتا ہے اور یہ سب تدابیر اسی کی کڑی ہیں اس دور میں اسلامی علاقہ بالکل محدود تھا۔ لہٰذا باقی قوموں سے یہ مطالبہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اسلام نے اپنے طور پر غلاموں کو آزادی دی۔ اگر ایسا نہیں ہوسکتا تو انہیں وہ سب حقوق دیئے جائیں جو مسلمانوں کو

حاصل تھے۔اب ان حوالوں اور اصولوں کی طرف بڑھنا چاہیئے ۔جو صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب میں باب الحج عن الغیر کے تحت لکھے ہیں۔ہم نے فاضل بریلوی پر لکھی ہوئی اپنی کتاب میں بھی اس پر تفصیل سے بحث کی ہے۔یہاں اس کا ایک حد تک خلاصے کے طور پر اعادہ کرتے ہیں۔

ھدایه کی اھمیت

نظر بظاہر تو فقہ حنفی کی کتاب ہے،مگر در حقیقت اس میں ائمہ اربعہ کے فقہی ارشادات جمع ہیں کتاب تصنیف کے دور سے لے کر آج تک احناف کے سب مکاتب فکر میں شامل نصاب ہے۔مختلف ماہرین قانون اسلامی نے اس موضوع پر بے شمار کتابیں لکھی ہیں مگر کسی کو بھی وہ اہمیت اور درجہ قبولیت نہیں مل سکا جو ہدایہ کو حاصل ہے۔

تاریخ الفقہ الاسلامی کے مصنف علامہ خری مصری مالکی ہیں اور تاریخ فقہ پر مستند مانے جاتے ہیں۔ان کا ارشاد ہے۔کہ چاروں ائمہ کے مسالک میں بے شمار فقہی کتب لکھی گئی ہیں مگر ہدایہ لاجواب ہے۔

مطلع السعدین کے مصنف نے لکھا ہے کہ تیمور کی نسل کے حکام نے شیعہ ہوتے ہوئے ہدایہ کے مصنف کی اولاد کو ماہانہ وظیفہ کے احکام دیئے۔اور ساتھ ہی یہ کہا کہ جب تک ہمارے خاندان میں حکومت رہے اس خاندان کو لازماً وظیفہ دیا جائے۔(مطلع سعید عبدالرزاق سمرقندی جلد 2 صفحہ 88 ،پاکستان پرنٹنگ ورکس لاہور)

ہمارے اہل حدیث علماء اگرچہ فقہ حنفی کے خلاف ہیں مگر جب بھی انہیں فتوی لکھنے کی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ ہدایہ کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں۔

میرے بہت سے دوست شیعہ علماء نے مختلف مسائل پر فتوے لکھنے کے لئے بار بار مجھ سے ہدایہ منگوا کر جوابات تحریر کیے ہیں۔

فقیر نے ہدایہ پڑھاتے ہوئے لاتعداد دفعہ فقہی کتب کا موازنہ کرتے ہوئے ہدایہ کی اہمیت اپنے عزیز طلبہ کے سامنے واضح کی ہے ہدایہ کا فقہ میں وہی مقام ہے جو بخاری و مسلم کا حدیث میں ہے۔

اب آیئے ایصال ثواب کے بارے میں ہدایہ کو پڑھتے ہیں۔

آپ کا اسم گرامی برہان الدین علی بن ابوبکر ہے، مرغینان کے رہنے والے تھے لہذا آپ کو مرغینانی کہا جاتا ہے۔ آپ چھٹی صدی ہجری میں فقہ حنفی کے امام تھے۔ تاریخ وصال 593ھ ہے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔

صاحب ھدایہ کی تحقیق

"الاصل فی ھزا الباب ان الا نسان له ان یحعل ثواب عمله لغیره صلوة اوصوما او صدق او غیرھا عند اھل السنة والجماعة لماروی عن النبی علیه السلام انه ضحیی بکبشین املحین احدھما عن نفسه والآخرعن امة مھن اقربو حدانیته الله تعالیٰ و شھد له بالبلاغ جعل تضحیته احد الشاتین لا مته والعبادات انواع ٥مالیة محضة کالذکو ة وبدنیه محضة کالصلوة ومرکبة منھما کالحج ٥والنیابه تجری النوع الاول فی حلتی الاختیار والضرورة لحصول المقصود بفعل النائب ولا تجری فی النوع الثانی بحال لان المقصود وھو اتعاب النفس لا یحصل به٥وتجری فی النوع الثالث عند العجز للمغی الثانی وھوا لمشقة بتنقیص المال ولا تجری عند القدرة لعدم التعاب النفس ٥وفی الحج النفل تجوز الافا بة حالة القدرة لان باب التفل اوسع ثم لم ظاھر المذھب ان الحج یقع عن المحجوع عنه و بذلک تشھد الاخبار الوارة فی الباب لحدیث الخثعمیته فانه علیه السلام قال فیه حجی عن ابیک واعتمری "٥(ہدایہ جلد 1 صفحہ 263 تا 264 باب الحج عن الغیر سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ: "اس باب میں اصل (قاعدہ) یہ ہے کہ انسان کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب کسی اور کو دے دے۔ وہ عمل نماز ہو، روزہ ہو، صدقہ ہو یا کوئی اور ہو (تلاوت قرآن پاک اوراذکار) اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے۔ کیونکہ سید کل علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؐ نے سیاہ وسفید رنگ والے دو مینڈھے قربانی فرمائے، ایک اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کی طرف سے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ

کی وحدانیت اور سرکار علیہ السلام کی طرف سے احکام ربانی پہنچانے کی شہادت دی''۔(ابوداؤد جلد2 صفحہ30، ابن ماجہ صفحہ232، دواحادیث مشکوۃ جلد1 صفحہ128)

اب آپؐ نے ایک مینڈھے کو اپنی امت کی طرف سے قربان فرمایا عبادات کی کئی قسمیں ہیں:

۱) خالص مالی عبادات مثلاً زکوۃ

۲) خالص بدنی عبادات مثلاً نماز

۳) دونوں (خالص مالی اور خالص بدنی) سے مرکب مثلاً حج

نیابت (کسی کے قائم مقام ہوتا) پہلی قسم میں دونوں حالتوں، اختیار وضرورت، میں لاگو ہوتی ہے۔ کیونکہ جب نائب کسی کے لئے کوئی عمل کرتا ہے، تو مقصود (مال کی ادائیگی) پورا ہو جاتا ہے۔ اور نیابت دوسری صورت میں کسی حال (اختیار وضرورت) میں لاگو نہیں ہوتی۔ کیونکہ مقصودِ جان کا تھکانا ہے اور وہ خود کئے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ تیسری صورت میں نیابت تب لاگو ہوتی ہے۔ جب بندہ خود عمل نہ کرسکتا ہو۔ یہاں مشقت کے معنی میں نیابت جائز ہوگی۔ کیونکہ نائب کسی کی طرف سے اپنی مال میں (عطا کرنے کی وجہ) کمی پیدا کر دیتا ہے۔ یہ نیابت قدرت کے وقت جاری نہیں ہوتی۔ کیونکہ اپنے نفس کو تھکانے والا عمل اس میں نہیں ہوتا۔۔۔۔ البتہ نفلی حج میں ہر حال میں نیابت جائز ہے۔ کیونکہ نفلوں کا باب وسیع ہے، پھر ظاہر مذہب (حنفیوں کے نزدیک) یہ ہے کہ حج اسی کا ہوگا۔ جس کی طرف سے حج کیا گیا ہے اسی پر گواہ ہیں۔ وہ احادیث جو اس بارے میں مروی ہیں۔ مثلاً

❁ خثعمی عورت والی حدیث ہے (جس نے حضور علیہ السلام سے اپنے باپ کی طرف سے حج کرنے کے بارے میں سوال کیا تھا۔ تو سید کل علیہ السلام نے جواب میں) ارشاد فرمایا! تو اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ ادا کرلے۔

صاحب ہدایہ کی اس جامع عبارت سے مندرجہ ذیل مسائل ثابت ہوئے۔

۱) اہل سنت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب کسی اور انسان کو بخش سکتا ہے

نفلی نماز، نفلی روزہ، صدقہ، تلاوت قرآن پاک اور ہر قسم کے اذکار ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے ملک کے دونوں طبقات۔۔۔ بریلوی و دیوبند۔۔۔ حنفی فقہ پر کرربند ہیں۔ لہذا انہیں لازماً یہ عقیدہ ماننا ہوگا۔ پھر ہدایہ دونوں کے فقہی نصاب میں سب سے اہم کتاب ہے جو سب سے آخر پڑھائی جاتی ہے۔

۲) دلیل کے طور پر صاحب ہدایہ نے ایک حدیث پیش فرمائی ہے کہ سید کل علیہ السلام نے اپنی ساری امت کی طرف سے ایک مینڈھا کی قربانی دی تھی۔ اگر ایصال ثواب جائز نہ ہوتا تو آپ علیہ السلام عمل یہ نہ فرماتے۔ آپؐ کا عمل اس بات کی دلیل ہے کہ آپ امت کو ایصال ثواب کی تعلیم عطا فرما رہے ہیں۔

پھر ہم حدیثِ پاک میں آپ علیہ السلام کا یہ ارشاد بھی پاتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ میرے بعد ہمیشہ میرے لئے قربانی کرنا اور مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الشریف نے اپنی پوری زندگی میں یہ عمل فرمایا۔ (ابوداوَد جلد 2 صفحہ 29 ، مشکوۃ جلد 1 صفحہ 128)

ہم آج بھی دیکھتے ہیں کہ سید کل علیہ السلام کی یہ خواہش آپ علیہ السلام کی امت کے نیک لوگ پوری کرتے ہوئے آپؐ کی طرف سے قربانی کرتے ہیں۔ بہت سے ایسے حضرات کو فقیر ذاتی طور پر جانتا ہے۔

۳) اس حدیث پر پھر غور فرمائیں، قربانی ایک ہے اور ساری امت کی طرف سے ہے۔ اگر ایک مینڈھے کو ساری امت پر تقسیم کریں تو انہیں اس کا ایک ذرہ بھی نہیں مل سکتا۔ کیونکہ امت کی صحیح تعداد رب کریم جل مجدہ اور محبوب رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ مگر آج تک جو امت گزری ہے۔ اگر اسی پر قیاس کریں تو کروڑہا مینڈھے بھی ناکافی ہیں۔ کیونکہ ایک مینڈھے کی قربانی صرف ایک آدمی کی طرف سے ہی ہو سکتی ہے۔

اختیاراتِ نبویؐ

معلوم ہوا کہ سید کل علیہ السلام کو ان کے رب کریم نے لاتعداد اختیارات دے کر مختار بنا دیا

ہے۔ کہ وہ صرف ایک مینڈھا قربانی فرمائیں تو وہ اتنے مینڈھوں کی تعداپوری کر دیتا ہے۔ جس تعداد کو کھربوں میں بھی بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اب تک جو امت گزری ہے سینکڑوں ہزاروں کھربوں سے زیادہ ہے۔ تو قیامت تک آنے والی امت کی تعداد کیا ہوگی؟ اسے بیان کرنے سے تو۔ بے چارہ کمپیوٹر بھی عاجز ہے۔ اب سب امت کو ایک ایک منڈھا عطا ہو گیا۔ جب کہ مینڈھا صرف ایک ہے سچ ہے حق ہے کہ تجھے اک نے اک بنایا۔

"اللھم صلی علی سیدنا و مولانا محمد بعد علمک الذی لیس له حد و لا نهاية"٥

۴) آپ اگر مالی ہدیہ وصدقہ کسی کے نام پر اللہ کریم کے حساب میں لکھوانا چاہتے ہیں تو اس میں اہل سنت کو بالکل اختلاف نہیں ہے۔

۵) آپ خالص بدنی عبادت کا نفلی ہدیہ بھی جسے چاہیں کر سکتے ہیں۔ اس میں نفلی نماز اور نفلی روزے شامل ہیں۔ ہاں فرض نماز یا فرض روزے کا ثواب نہیں بخش سکتے۔

۶) ایسی عبادات جن میں جسم کے عمل کو بھی دخل ہے اور مالی عمل بھی اس میں شامل ہے۔ مثلاً حج کہ اس میں جسم بھی کام کر رہا ہے اور مال بھی کام کر رہا ہے۔ تو آپ ایسا نفلی حج بھی کسی کی طرف سے کر سکتے ہیں۔ اور اگر وہ بیمار یا معذور ہے تو اس کی نمائندگی کرتے ہوئے فرض حج بھی ادا کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر فرض حج کوئی بندہ خود کر سکتا ہے تو پھر اس کی طرف سے فرض حج آپ نہیں کر سکتے نفلی حج جتنے چاہیں کر سکتے ہیں، کیونکہ نفلی عبادت کے مسئلے کو اللہ کریم نے وسیع فرما دیا ہے۔

ذرا توجہ فرمائیں

سید کل علیہ السلام نے فرمایا! کہ قیامت کو اگر کسی شخص کے ذمے فرض نمازیں پوری نہ ہو سکیں تو اللہ کریم فرمائیں گے اس کے نوافل فرضوں کی جگہ شمار کر لیں۔ (ابن ماجہ صفحہ 104 دو احادیث سعید کمپنی کراچی)

فقیر عرض کرتا ہے کہ اس ارشاد کی روشنی میں پھر فرض حج اور فرض روزوں کی جگہ کسی کا کسی کی

طرف سے نفلی حج اور نفلی روزہ بھی فرض حج اور فرض روزے کی جگہ لے لے گا۔ سبحان ربی، اللہ کریم اور اس کے محبوب رحیم علیہ التسلیم کے کرم والطاف کتنے وسیع ہیں اور آقا علیہ السلام کی امت کتنی خوش نصیب ہے کہ اسے دو کریموں سے واسطہ پڑا ہے۔

کیا لطف و کرم ھے

ایک شخص سے فرض روزے رہ گئے ہیں فرض نمازیں پوری نہیں ہوسکیں۔ تو آپ ہر روزے اور ہر نماز کے عوض دو کلو آٹا یا دو کلو گندم اس مرحوم کی طرف سے دے کر اس کے حقوق اللہ پورے کر سکتے ہیں اگر آپ میں یہ استطاعت نہیں ہے تو آپ اس کی طرف سے اسقاط کرا سکتے ہیں، جس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب ''حیلہ اسقاط کی شرعی حیثیت'' میں دے دی ہے جو بھائی بہن چاہیں مطالعہ فرما سکتے ہیں۔

۷) صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات اجتہادی طور پر ارشاد نہیں فرمائی ہے، بلکہ خثعمی عورت کے حوالے سے بیان کی ہے۔

سید کل علیہ السلام نے ایصال ثواب کے کئی طریقے ارشاد فرمائے۔ جن کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں، یہ بھی یاد رہے کہ حدیث پاک میں ایسے بے شمار حوالے موجود ہیں ہم نے صرف چند حوالے نقل کئے ہیں ایک مختصر سے رسالے میں اتنی ہی گنجائش ہے۔

اللہ کریم کرے کہ ہمارے کوئی محدث صرف صحاح ستہ کی حد تک وہ حوالے اکٹھے فرما کر امت کی رہنمائی فرما سکیں اور اپنے قیامت کا ذخیرہ بنا سکیں۔

''اللھم وفقنا لما تحب وترضی''٥

اب روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگیا کہ ہر قسم کے اعمال صالحہ کا ثواب آپ جسکو چاہیں سید کل علیہ السلام کے وسیلے سے پیش کر سکتے ہیں آپ علیہ السلام کے واسطے کے بغیر یہ دعا کہ اللہ تعالیٰ! مرحوم کے نیک اعمال سے اسے بخش دے، وہ بے چارہ معصوم نہیں تھا، اس کے نیک اعمال سے شائد اس کے برے اعمال زیادہ ہوں۔ تو پھر آپ کی دعا کون سا تیر مار لے گی۔ رحمۃ للعالمین علیہ اطیب تحیات رب العالمین کا وسیلہ لیجئے، تا کہ اسے کالی کملی میں سر چھپانے کی جگہ مل سکے۔

انبیاءؑ اور اولیاءؒ کے وسیلے سے دعا

دور حاضر میں انبیاء واولیاء کے وسیلے سے دعا پر بھی کچھ لوگوں نے قدغن لگانے کی سعی نابلیغ کی ہے اور اسے بھی بدعات میں شمار کیا ہے کچھ زیادہ تیز مزاج نے مزید آگے بڑھ کر اسے شرک قرار دیا ہے، حالانکہ وہ خود استادوں کے وسیلے سے علماء بنے ہیں، ڈاکٹروں کے وسیلے سے صحت کی تلاش میں رہتے ہیں قدم قدم پر وسیلہ سامنے آتا ہے اور کبھی ان لوگوں نے یہ سمجھنے کی کوشش نہیں فرمائی کہ یہ سب وسیلے مجازی ہیں، اور مجاز کو رنگ حقیقت دیتی ہے۔ اور اسی حقیقت کو ہم اللہ تعالیٰ کہتے ہیں فقیر نے اسلام آباد کے حدیث کے لیکچروں میں دو لیکچر اسی موضوع پر دیئے۔ ایک لیکچر۔۔۔ قرآن پاک اور وسیلہ ۔۔۔ کے عنوان سے اور دوسرا لیکچر۔۔۔ وسیلہ نگاہِ رسول علیہ السلام۔ انشاء اللہ جب وہ چھپیں گے تو اعتراضات کے غبارے سے ہوا نکل جائے گی۔

اس موضوع پر یہاں قرآن سنت کے کچھ حوالے دیئے جائیں گے اور کچھ حوالے علمائے دیوبند کی کتب سے ہوں گے یہ اس لئے ضروری ہے کہ اکابر دیوبند باقی علماء کی طرح انبیاء واولیاء علیہم السلام کے وسیلے سے دعا کے قائل تھے۔ اب آیئے سب سے پہلے قرآن حکیم سے پوچھتے ہیں۔

قرآنی فیصلہ

"ولماجآء هم کتب من عند الله مصدق لما معهم و کانو من قبل يستفتحون على الذين كفروفلما جآء هم ما عرفو اكفررا به فلعنة الله على الكفرين"o (پارہ 1 سورہ البقرہ 89)

ترجمہ: ''اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب (قرآن مجید) آئی جو اس کتاب (تورات) کی تصدیق کرتی تھی۔ جو ان کے پاس ہے اس سے پہلے وہ (اسی نبی سید کل علیہ السلام) کے وسیلے سے کافروں پر فتح کی التجائیں کرتے تھے۔ جب (وہ نبی) تشریف لایا جسے وہ جانتے پہنچانتے تھے تو اس کے منکر و کافر ہو گئے تو ان کافروں منکروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے''۔

اس آیت مقدسہ سے یہ حقائق سامنے آئے:

۱) قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی ان کتابوں کی تصدیق فرماتا ہے جو قرآن مجید سے پہلے نازل ہوئیں، وہ کتب تورات، انجیل، زبور اور صحائفِ انبیاء علیہ السلام تھے۔ یہ تصدیق اس لئے ضروری ہے کہ سب کتب اور سب انبیاء علیہم السلام کا مرجع ایک ہی ذاتِ اقدس ''اللہ تعالیٰ جل مجدہ'' ہے۔ کتابیں بھی اسی کی طرف سے آئی ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام بھی اسی کے بھیجے ہوئے ہیں۔ تحریف وتبدیلی تو قوموں کی اپنی کجروی ہے، آپ سابقہ کتب کا مطالعہ کریں، ان کی روح بے قراری سے کہتی ہے کہ ابھی ایک اور کتاب ''قرآن مجید'' کی ضرورت ہے۔

۲) یہود کی ایک اور عادت تھی کہ وہ سید کل علیہ السلام کے وسیلے سے اپنی جنگوں میں فتح پانے کی دعا کیا کرتے، ان کی دعاؤں کا انداز اسی آیت کے تحت مفسرین کرام نے بڑی تفصیل سے کیا ہے، یہود کا عقیدہ تھا کہ سب دنیا کے لئے ایک عظیم الشان رسول نے تشریف لانا ہے لہذا اپنے اس عقیدہ کی وجہ سے وہ ان کے وسیلے سے فتح کی دعا مانگا کرتے تھے۔

۳) اللہ کریم نے انہیں یہ نہیں فرمایا! کہ یہ وسیلہ شرک ہے بلکہ ارشاد ہوا کہ جب وہ تشریف لے آئے ہیں جن کی آمد سے پہلے ان کا وسیلہ پیش کرتے تھے اور تم انہیں اچھی طرح جانتے ہو تو اب ان کے انکار اور ان سے کفر کی کیا وجہ ہے اب تمہارے لئے تو یہ ضروری ہے کہ ان پر ایمان لاؤ اور ان کی غلامی اختیار کرو۔ قرآن حکیم نے کئی جگہ اعلان فرمایا ہے کہ وہ اسی طرح انہیں پہنچانتے ہیں جیسا اپنی اولاد کو پہنچانتے ہیں۔ (البقرہ صفحہ 89 الانعام صفحہ 20، الموءمنین صفحہ 69)

۴) جب حقیقت اتنی واضح ہے تو پھر ان کا انکار کفر ہے اور کافروں پر اللہ کریم کی لعنت و پھٹکار ہے۔ اب بات واضح ہوگئی کہ سید کل علیہ السلام کی تشریف لانے کی بعد کسی انداز سے بھی ان کا انکار کفر ہے۔ ہمارا ایک محدود سا مغرب زدہ طبقہ یہود و نصاریٰ کا ہر محفل میں گن گاتا ہے۔ اور اب ایک لابی بھارت کے ہندو کے لئے بھی یہ بے ہودہ نعرہ لگاتی ہے کہ ''ہم ایک ہیں۔۔ ہم ایک ہیں'' یہ لوگ اس حد تک آگے بڑھ جاتے ہیں کہ انہیں جنت میں بھی ساتھ لے جانا چاہتے ہیں یعنی جنت میں بھی انہی کو سپر پاور قرار دینے اور ان کی غلامی کو اپنی عظمت قرار دینے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ کاش یہ لوگ کبھی قرآن پاک پر غور کرتے تو ایسی بھول بھلیوں کے راہی نہ بنتے، سید کل علیہ السلام کی تشریف

آوری کے بعد ایسی لغوبات کی قرآن پاک میں گنجائش نہیں ہے۔

ایک اور آیت مقدسہ

"ولوانهم اذظلموا انفسهم جآء و ک فاستغفرو االله و استغفرلهم الرسول لوجدو االله توابارحیما"o(پارہ 5 سورہ النساء 64)

ترجمہ: ''اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کرلیں (تو پھر اے محبوب علیک السلام) آپ کے حضور حاضری دیں اور اللہ کریم سے معافی چاہیں اور رسول علیہ السلام بھی ان کی سفارش فرمائیں تو وہ اور اللہ کریم کو بہت توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم فرمانے والا پائیں گے"۔

اللہ تعالیٰ گناہوں کی بخشش کا طریقہ ارشاد فرمارہے ہیں یہ نہیں فرمارہے کہ گھر بیٹھے گناہوں کی معافی مانگ لیں تو توبہ قبول ہوجائے گی۔قید یہ لگادی "جاءوک" (آپ کے حضور حاضری دیں) اور پھر اللہ کریم سے معافی چاہیں اور رسول محترم ان کی سفارش فرمادیں، بات واضح ہوگئی کہ وہ سید العالمین علیہ السلام سے التجا کریں کہ آقا! ہم ظلم کرچکے ہیں۔گناہوں سے لتھڑ چکے ہیں آپ اللہ کریم سے عرض کریں کہ ہمارے گناہ معاف فرمادے۔یہ عرضداشت سن کر رحمت کو جوش آتا ہے۔آقا علیہ السلام ہاتھ اٹھا دیتے ہیں اور اللہ کریم فرمادیتے ہیں۔اب تو توبہ قبول ہوکر رہے گی، اور رحمت کے دروازے لازماً وا ہوجائیں گے۔

فرمائیے گنہگاروں نے سرکار کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے وسیلے سے دعا کرا کے اپنی حاجت برآری کی ہے یا نہیں؟ حسب قرآن انہوں نے ایسا کیا ہے تو پھر انبیاء کے وسیلے سے دعا ناجائز کیسے ہوگی؟

یہ بھی پتہ چلا جہاں انبیاء علیہم السلام تشریف فرما ہوتے ہیں۔وہ جگہیں بھی مقدس ہوجاتی ہیں۔اور ان کے پاس پہنچ کر دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔وہ لوگ جو عکس محبوب علیہ السلام سے نور وہدایت حاصل کرتے ہیں۔ان کے ہاں بھی آپ علیہ السلام کے تقدس کی جھلکیاں ہوتی ہیں۔لہذا وہاں بھی قبولیت توبہ اور نزول رحمت ہوتی ہے۔

رہی یہ بات کہ آیت شریفہ کا تعلق آپ علیہ السلام کی ظاہری زندگی سے ہے تو اس کی کوئی دلیل نہیں ہے لفظ عام ہو اور محل استعمال خاص ہو تو لفظ کی عمومیت بحال رہتی ہے اسے یوں بھی کہہ سکتے

ہیں کہ لفظ مطلق ہو تو اسے اللہ کریم اور رسول رحیم ہی مقید کر سکتے ہیں۔ کسی مجتہد یا کسی عالم یا کسی علامہ کو اسے مقید کرنے کا حق نہیں ہے لہذا ظاہری زندگی کی قید بے معنی ہے۔

ہم پیچھے سید کل علیہ السلام کی حیات طیبہ کے بعد وصال بھی تفصیل سے ذکر کر آئے ہیں وہ زندہ ہیں۔ زندہ کی حقیقت ہی کیا ہے وہ تو زندگی ہیں جو ان سے مل گیا وہ خود بھی زندہ ہو گیا اب ان کی ظاہری زندگی سے ان کی قبر مبارک والی زندگی ارفع و اعلیٰ ہے۔ زندگی ظاہری میں اور کام بھی تھے، قبر اقدس میں تو صرف امت کی مغفرت کا سوال ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے۔

"وللآخرة خیرلک من الاولیٰ" o(پارہ 30 سورہ الضحیٰ 4)

ترجمہ: "اور بے شک پچھلی (زندگی) آپ کی پہلی زندگی سے بہت بہتر ہے"۔

پھر فرمائیے جب قبر والی حیات طیبہ ظاہری حیات مقدسہ سے بہترین ہے تو اب آپ کے وسیلہ سے دعا نہ کرائی جائے۔

"یا رسول الله انظر حالنا"

ہم تو کہہ رہے ہیں اور ہم تو عرض کر رہے ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم ظاہر سے چھپ جانے والے

(حوالہ کے لئے قرآن حکیم میں کئی آیات ہیں۔ اختصار کیلئے تین آیات پر کفائت کی جارہی ہے)

"فتلقی آدم من ربہ کلمات" o(پارہ 1 سورہ البقرہ 37)

ترجمہ: "پس آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھ لیے وہ کلمات یہ تھے"۔

"اللھم انی اسئلک بحق محمدؐ ان غفرت لی" o

ترجمہ: "اے اللہ تعالیٰ! میں آپ سے محمدؐ کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے آپ بخش دیں"۔

(روح المعانی، تفسیر عزیزی، درمنثور تحت الآیہ)

نوٹ: ﴿مزید ملاحظہ فرمانا چاہیں تو آلوسی تحت الآیہ، طبرانی جلد 2 صفحہ 615، مولانا تھانوی نشر الطیب صفحہ 11، علامہ گل بادشاہ، الوسیلہ صفحہ 81 بھی ملاحظہ فرمالیں﴾

پہلی آیت پر عظیم مفسرین کی رائے

قرآن حکیم کی بے شمار تفاسیر ہیں مگر وہ تفاسیر جنہیں قبولیت عامہ کا شرف حاصل ہے۔ ان میں سے چند تفاسیر کے حوالے پیش خدمت ہیں۔

حافظ ابن کثیر

۱) حافظ ابن کثیر نے اپنی شہکار تفسیر ''ابن کثیر'' میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے۔

عنقریب خدا کی سچی کتاب لے کر خدا کے ایک عظیم الشان پیغمبر تشریف لانے والے ہیں، ہم ان کے ساتھ ہو کر (ان کے وسیلے سے) تمہیں ایسا قتل و غارت کریں گے کہ تمہارا نام و نشان مٹا دیں گے۔ (ابن کثیر جلد 1 صفحہ 142 مطبوعہ نور محمد کراچی)

علامہ ابن کثیر کا تعلق علامہ ابن تیمیہ سے ہے اس حوالے سے پتہ چلا کہ یہ مکتب فکر بھی باقی مکاتب فکر سے متفق و متحد ہے۔ دور حاضر کے ان علماء کو بھی ان کی بات مان لینی چاہیئے جو علامہ ابن تیمیہ کو امت محمدیہ کا ائمہ اربعہ سے بھی بڑھ کر مفکر سمجھتے ہیں۔

امام فخرالدین رازی

۲) محقق شہیر مفسر بے نظیر امام فخر الدین فرماتے ہیں۔

"اللھم افتح علینا و النصر یا لنبي الامی" ٥ (تفسیر کبیر جلد 3 صفحہ 180)

ترجمہ: ''اے اللہ تعالیٰ نبی امیؐ کے طفیل ہمیں فتح دے اور ہماری مدد فرما''۔

ملاحظہ فرمایا! آپ نے یہود حضور علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے آپؐ کے وسیلے سے اللہ کریم سے فتح و نصرت مانگا کرتے تھے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید نہیں کی۔ کہ نبی وسیلہ نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کی دعائیں انہیں یاد دلا کر ارشاد فرمایا! اب جب وہ تشریف لے آئے ہیں تو پھر ان پر ایمان لاؤ، اگر ایمان نہیں لاؤ گے تو کافر ہو جاؤ گے۔ امام فخر الدین رازی کی تفسیر اس دور کے سب علوم کی جامع ہے اور امام رازی معقولات کے عظیم امام ہیں۔ ان کی تفسیر کو سمجھنے کیلئے اس دور کے سب علوم کی کام تعلیم کی ضرورت ہے، علمی دنیا کے یتیموں کو کیا پتہ کہ یہ تفسیر کیا ہے؟

علامہ جار اللہ محشری

۳) ذرا علامہ جار اللہ زمحشری سے بھی آیت کی تفسیر پوچھتے چلیں۔

ارشاد ہوا۔

"اللھم النصرنا یا لنبی المبعوث فی آخر الزمان"o(کشاف جلد 1 صفحہ 296)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ! اس نبی کے وسیلہ سے جو آخری زمانے میں مبعوث ہوں گے ہماری مدد فرما"۔

زمحشری کا بھی ایک خاص مکتبِ فکر ہے اور اس مکتبِ فکر (معتزلہ) کا اپنا ایک انداز ہے، وہ بھی وہی بات کہہ رہے ہیں جو ساری امت نے کہی ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی

۴) علامہ سید محمود آلوسی کی تفسیر بھی ملاحظہ فرمائیں۔

"روی السدسی انھم کانو ا اذا اشد الحرب بینھم و بین المشرکین اخرجو االتوراۃ و وضعو ا ایدلیھم علی مو ضع ذکر النبیؐ وقالو ا اللھم انا نسئلک بحق نبیک الذی وعدتنا ان تبعثہ فی آخر الزمان ان تنصرنا الیوم علی عدونا فینصرون"o(روح المعانی جلد 1 صفحہ 298)

ترجمہ: "سُدی نے روایت کیا ہے کہ یہود اور مشرکین کے درمیان جنگ جب شدت اختیار کرتی تو وہ تورات نکال کر اپنے ہاتھ وہاں رکھتے جہاں رحمت عالمؐ کا ذکر پاک تھا۔ اور کہتے اے اللہ تعالیٰ! ہم آپ سے اس نبی کے حق کی وجہ سے سوال کرتے ہیں جن کی تشریف آوری کا آپ نے وعدہ فرما رکھا ہے کہ وہ آخری زمانہ میں آپ نے مبعوث فرمانا ہے آج ہمیں ہمارے دشمن پر فتح و نصرت عطا فرما (سرکار علیہ السلام کے وسیلہ جلیلہ کی وجہ سے) انہیں فتح و نصرت عطا ہو جاتی تھی"۔

علامہ سید محمد انور شاہ دیوبندی نے فرمایا!

یہ تفسیر لکھ کر علامہ آلوسی نے امتِ محمدیہ علی صاحبھا السلام پر وہ احسان فرمایا جو قیامت تک اتارا نہیں جا سکتا۔ (روایت علامہ اللہ یار خان آف چکڑالہ)

علامہ زمحشری اور علامہ آلوسی کی روایات کے مطابق وہ آخری زمانے کے نبی ہیں۔ جس کا

بدیہی اور واضح مطلب یہ ہے کہ وہ خاتم النبیین ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم۔ یہود آپ کی بعثت سے پہلے آپ کو آخری نبی مانتے تھے۔ اور ان کی اس درخواست پر اللہ کریم نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ آخری نبی نہیں ہیں۔ دور حاضر کا کوئی یہودی اگر اس بات کا انکار کرتا ہے تو وہ اپنے اسلاف کی توہین کرتا ہے۔

۵) علامہ اسماعیل حقی نے روح البیان، جلد 1 صفحہ 402 پر ارشاد فرمایا کتاب کا ترجمہ علامہ فیض احمد اویسی کا ہے۔ اور بہاول پور سے چھپی ہے۔

وکانوا من قبل حضور اکرمؐ کی تشریف آوری سے پہلے "یستفحون علی الذین کفروا" ٥ آپ کے وسیلے جلیلہ سے مشرکین عرب اور کفار مکہ پر فتح ونصرت کی دعائیں مانگی جاتی تھیں۔ کہا جاتا۔

"اللھم انصرنا بالنبی المبعوث فی آخر الزمان الذی نجد نعته فی التوراۃ" ٥

ترجمہ: "اے اللہ تعالیٰ! نبی آخرالزمان کے وسیلے سے فتح عطا فرما جن کی نعتیں تورات میں مذکور ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ

اب ذرا وہ تفسیر بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔ جو نبی مکرمؐ کے چچازاد بھائی سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے بیان فرمائی۔ کون نہیں جانتا کہ وہ امام المفسرین ہیں۔ اور دورِ نبوی اور دورِ صحابہ میں سب سے بڑے مفسر ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

"(یستفتحون) یستنصرون لمحمد و القرآن" ٥

ترجمہ: "وہ یہود اللہ تعالیٰ سے بذریعہ واسطہ رسول مکرمؐ اور قرآن کریم کے وسیلہ سے مدد مانگتے تھے"۔

مطلب یہ ہوا کہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن پاک کو بھی وسیلہ ثابت فرمادیا۔

دوسری آیت کو بھی مختلف تفاسیر سے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ تیسری آیت کے متعلق مختصراً اہم حوالہ جات کا ذکر کر آئے ہیں۔ اس مختصر سے رسالہ میں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ ان تین آیات پر غور مسئلہ

کی وضاحت کیلئے کافی ہے۔

علامہ قاضی بیضاوی

امام بیضاوی کی تفسیر سب مکاتب فکر کے مدارس میں شامل ہے اسے بے حد اہمیت حاصل ہے، وہ فرماتے ہیں۔

"ای یستنصرون علی المشرکین و یقولون اللهم انصرنا بنبی آخرالزمان المنعوت فی التوراة"o (بیضاوی جلد 1 صفحہ 191، مکتبہ القیمہ قاہرہ)

ترجمہ: "یہود و مشرکوں پر فتح طلب کرتے اور کہتے، اے اللہ تعالیٰ! ہمیں نبی آخرالزمان علیہ السلام کے وسیلے سے فتح عطا فرما، جن کی نعتیں تورات میں مذکور ہیں"۔

یہ آٹھ تفاسیر ہیں، اب بھی اگر مسئلہ ثابت نہیں ہوا تو فرمائیے کس طرح ثابت ہوگا۔

"وماذا بعد الحق الا الضلال"o

حضور علیہ السلام اپنے وسیلے کا حکم دیتے ہیں

اب آئیے حدیث پاک کی طرف بڑھتے ہیں۔

۴) "عن عثمان بن حنیف ان رجلا ضریر البصر اتی النبیؐ فقال ادع الله لی ان یعافینی فقال ان شعت اخرت لک وهو خیر و ان شئت دعوت فقال ادعر فامره ان یتوضاً فیحسن و ضوئه و یصلی رکعتین و یدعو بهذالدعا اللهم انی اسالک واتوجة الیک بمحمد بنی الرحمة یا محمدؐ انی قد توجهت بک الی ربی فی حاجتی هذه لتقضی اللهم فشفعه فی"o (ابن ماجہ صفحہ 100 باب ماجاء فی صلوٰۃ الحاجہ سعید کمپنی کراچی)

حضرت عثمان بن حنیفؓ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص سید کائناتؐ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور درخواست کی، آپؐ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ کریم مجھے آرام دے (میں بینا ہو

جاؤں) آپؐ نے فرمایا! اگر تو چاہے تو اس بات کو اپنے لئے موخر کر دے۔ یہ تیرے لیے بہتر ہے اور اگر تو چاہے تو میں دعا کر دیتا ہوں اس نے عرض کیا دعا فرمایئے، آپؐ نے اسے حکم دیا کہ وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے، پھر دو رکعتیں (نفل) پڑھ کر یہ دعا مانگے۔

ترجمہ: ''اے اللہ تعالیٰ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کی طرف نبی، رحمت حضرت محمد مصطفیٰؐ کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں یا رسول اللہ! (علیک الصلوۃ والسلام) میں آپ کے طفیل اپنے رب کریم جل مجدہ کی طرف متوجہ ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری ہو جائے، اے اللہ کریم! میرے بارے میں ان کی شفاعت قبول فرما''۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ہمارے آقا مولیٰؑ نے اپنے غلام کو اپنے وسیلہ وجلیلہ سے دعا کی تلقین فرمائی۔ اس صحابی نے ارشاد نبی کے مطابق نفل پڑھے دعا کی تو اللہ کریم جل جلالہ وعم نوالہ نے اسی وقت اسے نظر عطا فرما دی۔ (بیہقی ابن ماجہ صفحہ 100 حاشیہ انجاح الحاجۃ، علامہ عبدالغنی دہلوی مدنی)

دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ سید کل علیہ السلام کا وسیلہ خالق کائنات جل مجدہ کے سامنے پیش کرنا بالکل جائز ہے، اگر نا جائز ہوتا تو آپ علیہ السلام اس کی تعلیم نہ دیتے۔

تیسری بات یہ ثابت ہوئی کہ سید المرسلین علیہ صلوات رب العالمین نے خود دعائیں نہیں فرمائیں، بلکہ انہیں دعا سکھائی، تاکہ غلام اس انداز کو سدا جاری رکھ کر مستفید و مستفیض ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ عظمائے امت ہر دور میں سرکار علیہ السلام اور آپ کے تربیت یافتہ لوگوں کے وسیلہ سے دعا کرتے رہے ہیں۔

رہی یہ بات کہ اس کا تعلق حضور کریم علیہ التسلیم کی ظاہری حیات طیبہ سے تھا۔ تو اس نظریہ کا ہم آگے تجزیہ کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ حضور کریم علیہ التسلیم کے وصال کے بعد بھی آپ کے وسیلے سے صحابہ کا یہی عمل ہم ثابت کر دیں گے۔

لفظ "یا" سے خطاب

چوتھی بات یہ ثابت ہوئی کہ لفظ "یا" سے سرکار علیہ السلام کو عرض کی جاسکتی ہے اور اس کا تعلق بھی حیات ظاہری سے نہیں ہے، ورنہ صحابہ کرام علیہم الرضوان وصال کے بعد یہ عمل نہ دہراتے اور صحابہ کے دہرانے سے اس کا جواز واستحسان ثابت ہوا۔ عمل صحابہ سب کو معلوم ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک حجت ہے اور موقوف احادیث جن کی سند صحابہ پر جاکر ختم ہو جائے اور سید کل علیہ السلام تک نہ پہنچے سب ائمہ کے ہاں مسلم ہیں اور ماخذ اجتہاد ہیں۔

یہ اعتراض کہ "یا محمدؐ" کہنا جائز نہیں، آپ کو القاب یا رسول اللہؐ، یا حبیب اللہؐ سے پکارنا چاہیئے، تو یہ اس لیے غلط ہے کہ امتی یہ نہیں کہہ رہا ہے۔ آپ علیہ السلام خود فرما رہے ہیں۔ تو بولنے والا اپنے لیے ذاتی نام (علم) بھی استعمال کرسکتا ہے اور صفاتی نام بھی، حضور علیہ السلام میں کئی مقامات پر ذاتی نام مبارک بھی استعمال فرمایا ہے اور صفاتی القاب گرامی بھی استعمال فرمائے ہیں۔

"سخن شناس نه دلبر اخطا اینجا ست"

امام ترمذی سے حدیث سنیں

5) اب امام ترمذی سے بھی حدیث سنتے چلیں۔

"عن عثمان بن حنیف ان رجلا ضریر البصر اتی النبیؐ فقال ادع اللہ ان یعافینی فقال ان شئت دعوت وان شئت صبرت فھو خیر لک قال فادعہ قال فامرہ ان یتوضا فیحسن الوضوء ویدعو ھذا الدعاء اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللھم فشفعہ فی"o (ترمذی جلد 2 صفحہ 198، مطبوعہ سعید کمپنی کراچی، مشکوۃ جلد 1 صفحہ 219)

خط کشیدہ الفاظ ترمذی میں اور ہیں اور ابن ماجہ میں اور ہیں، مگر معنی میں کوئی فرق نہیں، ترمذی کے الفاظ کا معنی ہے۔

"اگر تو چاہے تو میں دعا کرتا ہوں اور اگر تو چاہے تو صبر کرلے۔ صبر تیرے لئے بہتر ہے"۔

ابن ماجہ نے جو الفاظ نقل کیے ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے۔

''اگر تو چاہے تو اس بات کو اپنے لئے موءخر کردے۔ یہ تیرے لیے بہتر ہے اور اگر تو چاہے تو میں دعا کردیتا ہوں۔

دونوں عبارات کا مطلب ایک ہے کہ دعا نہ کی جائے تو صبر کرلے۔ تاخیر کرلے۔ موت کے بعد نظر مل جائیگی۔ یہ اس لئے بہتر ہے کہ اندھاپن کی تکالیف سے مراتب بلند ہوں گے۔ عالی مقام صحابی کو پتہ تھا کہ یہاں ان کے وسیلے سے نظر مل جائے گی اور قیامت کے دن ان کی شفاعت سے جنت مل جائیگی۔

امام ترمذی نے حدیث کو حسن، صحیح اور غریب کہا ہے علماء کو پتہ ہے کہ امام ترمذی ایسا کیوں فرماتے ہیں امام ترمذی کے علاوہ بے شمار ائمہ حدیث نے اسے صحیح کہا ہے۔ چند نام یہ ہیں:

☆) نسائی ☆) ابن حبان ☆) حاکم ابونعیم

☆) طبرانی ☆) بیہقی ☆) قاضی عیاض

☆) علامہ خفاجی ☆) صاحب البدایۃ والنھایۃ علیھم الرضوان

ان کتب میں یہ حدیث دعا کے انہی الفاظ سے منقول ہے۔ (خصائص کبری صفحہ 26 شرح موھب جلد 8 صفحہ 36، شفاء السقام امام سبکی صفحہ 165 اور مواھب لدنیہ وغیرہ)

۲) امام نسائی نے بھی انہی الفاظ میں حدیث کو روایت فرمایا ہے لہذا مزید لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

بعد وصال سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ بنانا

ہم ابھی اوپر ذکر کرآئے ہیں کہ سرکار کریم علیہ التسلیم کو اللہ کریم کے سامنے صحابہ کرامؓ وسیلہ مانتے تھے۔ آیئے حدیث پاک سے اس کو ثابت کرتے ہیں تاکہ منکرین کو بتایا جاسکے کہ ان کی بات اور استدلال غلط ہے ہم اس طویل حدیث کا صرف خلاصہ اردو زبان میں نقل کررہے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

''ایک شخص کسی کام کی غرض سے سیدنا عثمانؓ کے دور خلافت میں ان سے ملنے آیا۔ آپ کی قومی مصروفیات کی وجہ سے وہ آپ سے مل نہ سکا۔ وہ حضرت عثمان بن حنیفؓ (جو حدیث کے راوی ہیں) کو ملا اور اپنی مشکل کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا، مسجد میں اچھی طرح وضو کرلو اور پھر یہ عمل کرو (نابینا

والی دعا لکھا دی) اور آخر میں اپنی حاجب وضرورت کا ذکر کر دو اس نے عمل مکمل کیا۔ پھر امیر الموٴمنین عثمانؓ کے در اقدس پر حاضر ہوا۔ دربان آیا، ہاتھ پکڑ کر سیدنا عثمانؓ کے پاس چٹائی پر بیٹھا دیا۔ سیدنا عثمانؓ نے فرمایا! اپنی ضرورت بیان کرو۔ اس نے فوراً ضرورت بیان کی، آپ نے اسی وقت ضرورت پوری کردی اور فرمایا کہ آئندہ بھی کوئی ضرورت ہو تو بتا دیا کرو"۔

وہاں سے یہ شخص اٹھا اور حضرت عثمان بن حنیفؓ سے ملا، شکریہ ادا کیا کہ آپ کے عرض کرنے سے امیر الموٴمنین نے میرا مقصد پورا کر دیا ہے۔ حضرت عثمان بن حنیفؓ نے اللہ کریم کے نام اقدس کی قسم کھا کر فرمایا! میں نے سیدنا عثمان غنیؓ سے بات نہیں کی، میں نے وہ بات بتائی ہے جو سید کائنات علیہ السلام نے ایک نابینا کو تعلیم دی تھی، اس نے اس پر عمل کیا۔ یوں بینا ہوا کہ گویا کبھی نابینا نہیں تھا۔ تم نے بھی میرے کہنے پر عمل کیا ہے تو اس دعا کی برکت سے تمہارا کام بھی ہو گیا ہے۔

مندرجہ ذیل حضرات نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ بیہقی دلائل النبوت، طبرانی ج معجم الصغیر صفحہ 103، علامہ ابن تیمیہ التوسل والوسیلہ، امام سیوطی، خصائص کبری جلد 2 صفحہ 201، شوکانی تحفہ الذاکرین صفحہ 162، علامہ تقی الدین سبکی۔ شفاء السقام صفحہ 167، علامہ یوسف نبہانی شواہد الحق صفحہ 3-1، مولانا بادشاہ گل اکوڑہ خٹک الوسیلہ صفحہ 28، مولانا اشرف علی تھانوی نشر الطیب صفحہ 248 مطبوعہ قاسمی دیوبند آخری دونوں دیوبندی بزرگ ہیں۔

مولانا تھانوی نے فرمایا۔

اس حدیث پاک سے توسل بعد از وفات بھی ثابت ہوا۔

بیہقی کا حوالہ ہم نے شاہ عبد الغنی محدث دہلوی کی کتاب انجاح الحاجۃ سے لیا ہے ان کی یہ کتاب ابن ماجہ کا حاشیہ ہے۔ ملاحظہ ہو ابن ماجہ صفحہ 100 حاشیہ نمبر 1۔

ناظرین کرام! حضرت عثمان بن حنیفؓ صحابی ہیں۔ اور عمل صحابی قطعاً بدعت و شرک نہیں ہوتا۔ وہ اس عمل کی تلقین فرماتے ہیں اور سید کل علیہ السلام کے وصال اقدس کے کافی عرصہ بعد دورِ عثمانیؓ میں فرماتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ وصال کے بعد توسل جائز ہے۔ یہی بات کھل کر علامہ اشرف

علی تھانوی نے فرمادی اور اسی بات کے جواز کا حکم دیتے ہوئے امام غزالی نے فرمایا!

"من یستمد فی حیاته یستمد بعد وفاته"

ترجمہ: "جس سے زندگی میں مدد لی جاسکتی ہے۔ وصال کے بعد بھی اس سے مدد لی جاسکتی ہے"۔

ہم نے امت کے دس ائمہ سے یہ بات نقل کی۔ اس کے بعد بعد وصال توسل کا انکار صرف اور صرف سینہ زوری ہے۔ اللہ کریم بطفیل محبوب رحیم علیہ السلام ہمیں حق کہنے اور حق ماننے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین)

آگے بڑھنے سے پہلے ایک اور حدیث بھی ملاحظہ فرماتے چلیں:

بدوی اور وسیلہء مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم

ہم یہاں بھی ایک طویل واقعہ کا اختصار کر رہے ہیں، جس سے وصال بنویؐ کے بعد آپؐ کے وسیلے سے دعا کا جواز ثابت ہوتا ہے، حضرت ابو صالح امیر الموءمنین سیدنا علی المرتضیٰؓ سے روایت کرتے ہیں کہ سید کل علیہ السلام کی تدفین کے تین دن بعد ایک اعرابی نے آکر اپنے آپ کو آقا علیہ السلام کی قبر اقدس پر گرادیا۔ قبر مبارک کی مٹی لے کر اپنے سر پر ڈالی اور عرض کیا یارسول اللہؐ! آپ نے فرمایا ہم نے سنا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے یاد فرمایا اور ہم نے آپؐ سے سن کر یاد کیا۔ جو اللہ کریم نے آپ پر نازل فرمایا اسمیں یہ بھی ہے۔ "ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک" (اس آیت کی تفصیل وتشریح وتفسیر کیلئے ہم یہ حوالہ جات نقل کر رہے ہیں) حضورؐ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اب آپ کی خدمت میں اسلئے حاضر ہوا ہوں کہ کرم فرما کر میرے لئے سفارش فرمادیں۔ تاکہ میرے گناہ بخشے جائیں۔ قبر معلّی سے آواز مبارک آئی تم بخشے گئے ہو۔

ان کتب میں ساری تفصیل موجود ہے، تفسیر مدارک جلد 1 صفحہ 368، قرطبی جلد 5 صفحہ 225، ابن کثیر جلد 1 صفحہ 368۔ اسی آیت کے تحت ان تفاسیر کو ملاحظہ فرمالیں۔ مختلف مطابع کی وجہ سے صفحات آگے پیچھے ہو سکتے ہیں۔ کتاب الوسیلہ صفحہ 70 از علامہ بادشاہ گل، مولانا اشرف علی تھانوی نشر الطیب صفحہ 250 مطبوعہ قاسمی دیوبند۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ سب کچھ بدوی نے مولائے کائنات امیر المومنین سیدنا علی رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں کیا اور سیدنا حیدرؓ نے یہ واقعہ بذاتِ خود اپنے شاگرد حضرت ابو صالحؒ کو بتایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ:

۱) سید کل علیہ السلام کے وصال کے بعد آپ کا وسیلہ سیدنا حیدر کرارؓ کے نزدیک جائز ہے۔

۲) اگر یہ وسیلہ جائز نہ ہوتا تو امام ولایت حضور حیدرؓ اس سے روک دیتے۔

۳) اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ سید کل علیہ السلام اپنی قبر اقدس میں زندہ ہیں تبھی تو ارشاد فرمایا! کہ تم بخشے گئے ہو۔

اس آواز کو نہ صرف بدوی نے بلکہ امام ملت سیدنا حیدرؓ نے سنا۔

۴) اس واقعہ کو سیدنا حیدر کرارؓ نے سرکار علیہ السلام کے بعد وصال عظمتوں کی وجہ سے بڑی خوشہ کے ساتھ

بیان فرمایا تا کہ لوگوں کو تصرفاتِ مصطفویؐ کا علم ہو۔

کئی اور بدویوں سے بھی اس سے مشابہ واقعات موجود ہیں تطویل کے خوف سے ہم قلم انداز کر رہے ہیں۔

جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

دورِ فاروقیؓ میں قحط پڑتا ہے ایک صاحب نے قبر انور پر حاضری دی اور عرض کرنے لگے، یا رسول اللہؐ اپنی امت کیلئے بارش طلب فرمائیے کیونکہ امت ہلاک ہو رہی ہے۔ حضور کریم علیہ التسلیم نے کرم فرمایا! خواب میں جمال انور دکھا کر فرمایا! کہ عمرؓ کے پاس جا کر بتادو کہ جلدی سیراب ہوں گے۔ (دورِ خلافت) میں بیدار مغزی سے قائم رہنے کا بھی کہو۔ وہ صاحب فاروق اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے (بات عرض) کی تو فاروق اعظمؓ پر رقت و گریہ طاری ہوگیا، کہنے لگے جہاں تک بس چلتا ہے کوتاہی نہیں کرتا۔ الفتوح الکبیر کے مصنف، سیف، بن عمر تیمی لکھتے ہیں کہ یہ صاحب مشہور صحابی بلال بن حارث مزنیؓ تھے، حوالہ کیلئے ملاحظہ ہو۔

شفاء السقام سبکی صفحہ 174، شرح مواہب جلد 8 صفحہ 77، فتح الباری ابن حجر عسقلانی جلد 2 صفحہ 412، شواہد الحق نبہانی، قرۃ العین شاہ ولی اللہ صفحہ 191، دلائل النبوۃ بیہقی۔ الوسیلہ

صفحہ 26 شیخ الجامعہ بادشاہ گل۔

صحابہ کرام سے ایسے لاتعداد واقعات سے کتب بھری پڑی ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی ؒ نے اپنے رسالہ تنویر الابصار میں سیدنا ابو ایوب انصاری کا واقعہ مستدرک حاکم جلد 4 صفحہ 515 کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے۔ فقیر نے حضرت کی کتاب کا اردو میں ترجمہ کر دیا ہے ملاحظہ ہو تنویر الابصار۔ ص 11 تا 12

آپ نے قرآ و سنت کے حوالے ملاحظہ فرمالیے کہ سید کل علیہ السلام کے وسیلے سے دعا جائز ہے خواہ یہ آپ علیہ السلام کی حیات طیبہ ظاہرہ میں ہو یا آپ کی حیات برزخی سے ہو۔ آپ کے انوار و اسرار یافتہ حضرات سے بھی دعا طلب کرنا یا ان کے وسیلے سے دعا امت کے نزدیک جائز رہی ہے۔ باقیوں کو چھوڑیں علامہ ابن تیمیہ نے بھی اس پر مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ اس کا انکار صرف مٹھی بھر لوگ کر رہے ہیں۔ جن کا کوئی علمی وفکری مقام نہیں ہے۔ علمائے دیوبند حنفی ہونے کے ناطے اس مسئلہ میں امت کے ساتھ ہیں دیوبند سے نسبت رکھنے والے چند لوگ ایسے ہیں۔ جنہوں نے اس مسلمہ عقیدہ سے انکار کیا ہے۔ تو آیئے اب علمائے دیوبند کی خدمت میں حاضر ہو کر مسئلہ کی وضاحت طلب کرتے ہیں۔

وسیلہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور علمائے دیوبند

باقی اہل سنت کی طرح علمائے دیوبند بھی سید کل علیہ السلام کے وسیلے کے قائل تھے۔ وہ ظاہری زندگی میں بھی وسیلہ کے قائل تھے اور برزخی زندگی میں بھی وسیلہ کے قائل تھے۔ وہ مشائخ وعلماء کے وسیلے کو بھی مانتے تھے۔ انہوں نے اپنی کتابوں اور فتاویٰ میں یہ سب کچھ لکھا، اپنے معتقدین کے سامنے کھل کر بیان کیا، انہیں قبروں پر جانے کی تلقین کی، قبر والے کو سلام بھیجا، دعا طلب کی۔

پھر خدا جانے ان حقیقی اکابر کے اصاغر کو کیا ہوا؟ کہ انہوں نے ان مسلمات کے خلاف اپنی زبانوں کی توپوں کے دہانے کھول دیئے۔ اس بات کی پرواہ نہیں کی اس طرح کی عیاری صرف اہل سنت

کے گلستان ہی نہیں اجاڑے گی بلکہ ان کے اپنے باغیچوں کے مالی بھی تباہ ہو جائیں گے۔

ان فتاوٰی کی زد میں اولیائے امت کی درگاہیں ہی نہیں آئیں گی بلکہ ان کے اپنے مدارس کے بانی حضرات اور ان کی علمی دولت کے سرمایہ دار بھی بچ نہیں سکیں گے۔ ہم اس کوشش میں ہیں کہ ان بھائیوں کے سامنے حقائق رکھ دیں شائد وہ توجہ فرمائیں اور جس کارِ بے خیر میں مصروف ہیں اس سے زبان اور قلم کو روک لیں۔ اور ان کے اس عمل سے امت عموماً اور حنفی خصوصاً انتشار سے بچ جائیں۔ ”وما ذلک علی الله بعزیز“۔ المھند، علمائے دیوبند کی وہ کتاب ہے جس کی ترتیب میں ان سب کی مسائی شامل ہیں۔ یہ کتاب ان حضرات نے علمائے حرمین شریفین کے دستخطوں سے جاری کی۔ لہذا اس کا مستند ہونا واضح ہو گیا آئیے اس مسئلہ کی وضاحت اسی کتاب سے چاہتے ہیں۔

سوال:

.”ھل للرجل ان یتوسل فی دعواته بالنبیؐ بعد الوفاة ام لایجوز التوسل بالسلف الصالحین من الانبیاء والصدیقین والشھداء والیاء رب العالمین ام لا“ ٥

ترجمہ: ”کیا آدمی اپنی دعاؤں میں سید کل علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کا وسیلہ پکڑ سکتا ہے یا نہیں؟ کیا تمہارے نزدیک سلف صالحین، انبیاء وصدیقین، شہداء اور رب العالمین کا وسیلہ بھی جائز ہے یا نہیں؟

جواب:

”عند ناو عند مشائخنا یجوز التوسیل فی الدعوات باالانبیاء و الصالحین من الاولیاء والشھداء والصدیقین فی حیاتھم و بعد وفاتھم بان یقول فی دعائه اللھم انی اتوسل الیک بغلان ان تجیب دعوتی و تقضی حاجتی الی غیر ذلک کما صرح به شیخنا و مولانا الشاء محمد اسحاق الدھلوی ثم المھاجر المکی ثم بینه ٥فی فتاواه شیخنا و مولانا رشید احمد گنگوھی و فی ھذا الزمان شائعته مستفیضة بایدی الناس وھذه المسئلته مزکورة علی صفحه 93من الجلد الاول

منها فلير احج اليها من شاء"o

ترجمہ: "ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء، اولیائے صالحین، شہداء اور صدیقین کا وسیلہ ان کی زندگی میں بھی اور ان کے وصال کے بعد بھی جائز ہے۔ دعا مانگنے والا یوں کہے کہ اے اللہ تعالیٰ! میں آپ کو فلاں شخص کا وسیلہ دیتا ہوں کہ ان کے طفیل آپ میری دعا قبول فرمائیں اور میری حاجت پوری کریں۔ اسی طرح کے کلمات کہے اس کی تصریح ہمارے پیر اور ہمارے مولیٰ حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی مہاجر مکی نے فرمائی۔ پھر یہی مسئلہ ہمارے مرشد وآقا علامہ رشید احمد گنگوہی نے اپنے فتاویٰ میں بیان فرمایا۔ وہ مطبوعہ ہے لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے یہ مسئلہ حضرت کے فتاویٰ کی پہلی جلد کے صفحہ 93 پر مذکور ہے جو چاہے اس فتاویٰ سے دیکھ لے۔

اس حوالے سے یہ باتیں ثابت ہوئیں:

۱) علمائے دیوبند کے ہاں زندہ نبی اور زندہ ولی کے وسیلے سے دعا جائز ہے۔

۲) وصال کے بعد بھی نبی اور ولی کے وسیلے سے دعا جائز ہے۔

۳) حضرت مولانا محمد اسحاق اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا یہی عقیدہ تھا۔ دونوں حضرات دیوبند کے مشائخ ہیں۔ اور جید علماء میں سے بھی ہیں۔ لہذا دورِ حاضر کے اصاغر دیوبندیوں کو اپنے اکابر کے خلاف نہیں جانا چاہیے۔

۴) اگر یہ اعمال بدعت وشرک ہیں تو ان کی زد مذکورہ بالا دونوں حضرات اور دیگر مشائخ وعلمائے دیوبند پر پڑے گی۔ جو ایسے اعمال کرتے رہے ہیں۔

۵) یہ کسی محفل کی گفتگو نہیں بلکہ مستند فتاویٰ رشیدیہ میں مذکور ہے۔

۶) اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ غیر نبی کا وسیلہ زندگی میں بھی جائز ہے اور وصال کے بعد بھی۔

ہمارا خیال ہے کہ اس حوالے نے مسئلہ کی پوری طرح وضاحت کر دی ہے۔ کسی اور حوالے کی ضرورت ہی نہیں ہے، مگر احبابِ گرامی کی تسکین طبع کے لئے کچھ اور حوالہ جات بھی پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا ضروری ہے۔

مولانا اسماعیل دہلوی کا عقیدہ

یعنی سالکانِ راہ حقیقت نے اس آیت میں وسیلہ سے مراد وسیلہ، مرشد لیا ہے۔ پس حقیقی کامیابی وکامرانی حاصل کرنے کے لئے مجاہدہ وریاضت سے پہلے تلاش مرشد ضروری ہے، اور اللہ تعالی نے سالکانِ راہِ حقیقت کے لئے یہی قاعدہ مقرر فرمایا ہے۔ اس لئے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس کا ملنا شاذ ونادر ہے۔ (صراطِ مستقیم صفحہ 96)

پتہ چلا کہ مرشد کے وسیلے کے بغیر کامیابی وکامرانی نہیں ملتی۔ یہی اللہ کریم کا منشا ہے اب اگر وسیلہ کا منکر ہے تو وہ منشائے خداوندی کا منکر ہے اعمال صالحہ کی توفیق الٰہی نفوسِ قدسیہ کی مرہونِ احسان ہے۔

مولانا اشراف علی تھانوی کا عقیدہ

گذشتہ صفحات میں حدیث وسیلہ گزر چکی ہے اس کے متعلق علامہ تھانوی کا ارشاد ہے۔ (نشر الطیب صفحہ 248 مطبوعہ قاسمی دیوبند)

اس حدیث سے توسل صراحتاً ثابت ہوا اور چونکہ آپ کا اس کے لئے دعا فرمانا کہیں منقول نہیں، اس لیے ثابت ہوا کہ جس طرح توسل کسی کی دعا کا جائز ہے اسی طرح توسل دعا میں کسی کی ذات کا بھی جائز ہے۔

مولانا بادشاہ گل شیخ الجامعہ نے بھی اپنی کتاب الوسیلہ میں اس حدیث کو مستند لکھا ہے حضرت تھانوی نے دعا کے وسیلے کو بھی جائز رکھا اور کسی کی ذات کے وسیلے کو بھی جائز فرمایا۔ مثلاً یوں کہنا بھی جائز ہے کہ یا اللہ! مجھے ذات رسولؐ کے وسیلے سے معاف فرما۔

صحابی نے وصال کے بعد سرکار علیہ السلام کے وسیلے سے دعا مانگی ہم پیچھے اس کا ذکر کر آئے ہیں۔ مولانا تھانوی نے فرمایا۔

اس حدیث پاک سے توسل بعد از وفات بھی ثابت ہوا۔ (ص 245)

شیخ الھند علامہ محمود حسن کا فرمان

علامہ محمود حسن بڑی قد آور شخصیت ہیں۔ انہوں نے قرآن حکیم کا ترجمہ بھی کیا اور تفسیری نوٹس بھی لکھے۔ "ایاک نعبد وایاک نستعین" کے تفسیری نوٹ میں فرماتے ہیں۔

ہاں اگر مقبول بندے کو واسطہ، رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے، کیونکہ یہ استعانت درحقیقت اللہ ہی سے استعانت ہے۔

اس عبارت کو بار بار پڑھیئے یہی کچھ تو جمہور اہل سنت کہتے ہیں پھر اختلاف کس بات کا؟

پیر و مرشد (پیر سید قمر الدین شاہ سیالوی) کا ارشاد

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی دیوبندی حضرات کے پیر و مرشد ہیں، مولانا تھانوی، علامہ گنگوہی، مولانا قاسم بانی، دیوبند وغیرہ کے مرید ہیں۔

اگر شیخ متصرف حقیقی سمجھے تو یہ شرک کی طرف لے جانے والی بات ہے۔ ہاں اگر وسیلہ یا ذریعہ جانے، تو کچھ حرج نہیں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ صفحہ 24-14)

ہم سمجھتے ہیں کہ اگر فیصلہ ہفت مسئلہ کو ثالث مان لیا جائے تو دیوبندی بریلوی مسئلہ ختم ہو سکتا ہے کاش ایسا ہو جائے۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

حضرت رشید احمد گنگوھی کا فیصلہ

جو شیخ قدس سرہ کو متصرف بالذات اور عالم غیب بذات خود جان کر پڑھے گا وہ مشرک ہے اور اس عقیدہ سے پڑھنا کہ شیخ کو حق تعالیٰ اطلاع کر دیتا ہے اور باذنہ تعالیٰ شیخ صاحب حاجت برآئی کر دیتے ہیں۔ شرک نہیں ہوگا۔ (فتاویٰ رشیدیہ جلد 1 صفحہ 31)

ملت کا روز اول سے یہی عقیدہ ہے کہ نہ کسی کے پاس ذاتی تصرف ہے اور نہ ہی ذاتی علم ہے جو کچھ ہے سب اللہ کریم کی طرف سے عطا ہے۔ دیوبند کے تینوں مشائخ اور صنادید علم۔۔۔ حاجی امداد اللہ، علامہ محمود حسن، علامہ رشید احمد گنگوہی نے وہی کچھ فرمایا جو باقی مشائخ وعلمائے اہل سنت فرماتے ہیں پھر تفریق کس بات کی؟ سب ہی تو عطا کی بات کرتے ہیں۔ ایک کہے تو شرک دوسرا کہے تو توحید؟

فقیر مرتا نہیں ھے

حضرت امداداللہ مہاجر مکی کے مرشد حضرت نور محمد جھنجھانوی کا وقتِ وصال آیا تو حضرت حاجی صاحب رونے لگ گئے۔ حضرت نور محمد نے ارشاد فرمایا!

فقیر مرتا نہیں، صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے فقیر کی قبر سے تمہیں وہی فائدہ ہوگا۔ جو ظاہری زندگی میں ہوتا تھا۔ (امدادالمشتاق صفحہ 113 مرتبہ علامہ اشرف علی تھانوی)

فقیر مرنے کے بعد وہی فائدہ دے سکتا ہے جو ظاہری زندگی میں دیتا تھا۔ تو رحمتِ عالم علیہ السلام کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا وہ بھی فائدہ پہنچا سکتے ہیں یا نہیں؟

کیا فائدہ زندہ دیتا ہے یا مردہ؟ کیا برزخی زندگی اس ظاہری زندگی کی طرح مفید ہے یا نہیں؟ فرمایئے ان عبارات سے کتنے عقائد ثابت ہو گئے ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہؒ کا اعلان

میں نے حضرت (خواجہ نور محمد جھنجھانوی) کی قبر سے وہی فائدہ اٹھایا جو حالتِ حیات میں اٹھاتا تھا۔ (امدادالمشتاق صفحہ 113، ایضاً)

حضرت حاجی صاحب قبلہ نے مرشد کی بات پر عمل کیا اور انہیں وہی کچھ ملا جو زندگی میں ملا کرتا تھا۔ پھر اگر کوئی کہہ دے کہ مجھے امام چشتیہ حضرت معین الدین اجمیری، حضرت نظام الدین اولیاء دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت سیالوی یا حضرت گولڑوی سے اسی طرح فیض ملا ہے جیسا حضرت حاجی صاحب کو ملا تھا۔ تو کئی ماتھوں پر شکن کیوں پڑ جاتے ہیں۔ اگر یہ بات درست ہے تو ہر جگہ درست ہونی چاہیئے۔ اگر غلط ہے تو ہر مقام پر غلط ہونی چاہیئے۔

اس فیض کے لئے ہم زماں ہونا بھی ضروری نہیں ہے، بعد زمانہ ہوتے ہوئے بھی فیض مل جاتا ہے۔

فیض کے لئے وقت کی قید نہیں

حضرت اشرف علی تھانوی، حضرت امداداللہ مہاجر مکی سے روایت فرماتے ہیں۔

جیسا کہ حضرت حافظ صاحب نے روحانیت حضرت علیؓ سے، حضرت ابوالحسن حرقانی نے

روحانیت بایزید بسطامی سے حاصل کی کہ سو سال بعد وفات حضرت کے پیدا ہوئے تھے۔ فیض یاب ہوئے۔ (ملاحظہ ہو شمائم امدادیہ صفحہ 102 از علامہ اشرف علی تھانوی)

قبر والے مٹی ہو جاتے ہیں تو سیدنا علی المرتضی کرم اللہ تعالی وجھہ الشریف اور حافظ صاحب میں تو قریباً تیرہ سو سال حائل ہیں اور حضرت ابوالحسن اور بایزید میں سو سال سے زیادہ عرصہ حائل ہے زندگی بیچاری تو ان کے دروازوں کی گداگر ہے۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ، بطحا تیرا

چونکہ مشائخ قبور میں زندہ ہیں لہذا فتویٰ یوں ہے۔

علامہ رشید احمد گنگوھی کا فتویٰ

مشائخ طریقت کے توسل سے دعا کرنی جائز ہے۔ (فتاوی رشیدیہ جلد 1 صفحہ 46)

واہ کتنا پیارا عمل ھے

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے اپنے ایک مخلص معتقد کو مزار مجدد الف ثانی پر جانے کی اجازت فرمائی اور ساتھ یہ بھی فرمایا مزار اقدس مجدد پر حاضر ہو تو کچھ اس نا کارہ کے واسطے بھی خیال کرنا اور زبانی مزار مبارک پر بہ نشانی سلام عرض کر دینا۔ (مکاتیب رشیدیہ صفحہ 21)

اس عبارت پر بار بار غور فرمائیے جو حضرات اپنے آپ کو مشائخ دیوبند کا پیروکار مان کر پھر یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ مزارات کی زیارت کا سفر تو سفر معصیت ہے ان کے یہ ارشادات صحیح ہیں یا رشید احمد گنگوہی کا فرمان صحیح ہے؟ بالیقین حضرت گنگوہی کا ارشاد صحیح ہے اور اسی پر عمل امت کا عمل ہے۔ اقبالؒ کا ارشاد ہے۔

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ وہ قبروں میں آپ کا سلام سنتے ہیں اور آپ نشان سے اپنا تعارف کرا سکتے ہیں۔ اب ذرا ان کے مرید اور شاگرد علامہ محمود حسن شیخ الہند کی بات بھی سن لیں۔

مرشد حاجت رواھے

حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یا رب
گیا وہ قبلہ، حاجات روحانی و جسمانی
خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے
میرے مولا میرے ہادی تھے بے شک شیخ ربانی

حضرت گنگوہی کی وفات ہوگئی اور علامہ محمود حسن مرثیہ لکھ رہے ہیں یہ طویل مرثیہ ہے ہم نے فاضل بریلوی پر لکھی ہوئی اپنی کتاب میں اس کے بہت سے اشعار پر علمی تبصرہ کیا ہے یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ بقول علامہ محمود حسن، حضرت گنگوہی روحانی وجسمانی حاجات حل فرماتے تھے۔ وہ دین ودنیا کی حاجتیں روا فرماتے تھے ہم یہ بات تسلیم کرتے ہیں ہمارے دیوبندی بھائی حضرت غوث اعظم اور حضرت اجمیری کیلئے بھی ایسی باتیں مان لیں تا کہ۔

من تو شدم تو من شدی
من تن شدم تو جان شدی
تاکس نگوید بعد ازیں
من دیگرم تو دیگری

نعلین شریفین اور مولانا تھانوی

حضرت مولانا اپنے زمانہ میں کثرتِ معاصی سے پریشان ہیں۔ حضورِ قلب میسر ہے اس کا حل تجویز فرماتے ہیں۔

من جملہ ان وسائل کے بہ تجربہ بزرگاں نقشۂ نعل مقدسہ حضور سرورِ عالم نہایت قوی البرکۃ اور سریع التاثیر پایا گیا ہے۔

نعلین شریفین سے وسیلہ پکڑنے کا طریقہ کیا ہو، ذرا مولانا تھانوی سے اس کی بھی تفصیل سنیئے فرماتے ہیں

اس نقشہ کو سر پر رکھے اور بتضرع تمام (پوری عاجزی وزاری) جنابِ باری میں عرض کرے کہ الٰہی جس پیغمبر کے نعل شریف کو سر پر لئے ہوئے ہوں۔ میں ان کا ادنیٰ درجے کا غلام ہوں، الٰہی اسی

نسبتِ غلامی پر نظر فرما کر برکت دے اسی نقشۂ نعل شریف کے میری حاجت پوری فرما۔

مزید ارشاد ہوتا ہے۔

پھر سر سے اتار کر اپنے چہرے پر ملے اور بہت سے بوسے دے۔ (نیل الشفا بنعل المصطفیٰ علیہ السلام)

اس جامع عبارت سے پتہ چلا:

۱) تبرکاتِ صالحین سے وسیلہ پکڑا جا سکتا ہے۔

۲) یہ اصل نعل نہیں اس کا نقش ہے اسے بقول علامہ وہی عظمت حاصل ہے جو اصل کو ہے۔

۳) اس نقل کو چومنا چاہیئے، تو پھر جس مزار میں سید کل علیہ السلام اہل اللہ تشریف فرما ہوں۔ اسے کیوں نہ چوما جائے۔ حضرت شیخ الاسلام سیالویؒ نے مزارات کو چومنے کے جواز کو اپنی کتاب تنویر الابصار میں صحابہ کرام سے ثابت فرمایا ہے فقیر نے اس کا اردو ترجمہ کر دیا ہے۔

۴) علامہ تھانوی فرماتے ہیں اسے سر پر رکھے ہر اس چیز سے جس کی نسبت ذاتِ رسول کریم علیہ السلام سے ہو۔ ایسا ہی احترام کرنا چاہیئے، شائد اللہ کریم اپنے محبوب رحیم علیہ التسلیم کے اس احترام سے ہی بخشش فرما دے۔

روضہء اقدس کی خاک سرمہ ء شفاء

مولانا سید حسین احمد مدنی فرماتے ہیں:

میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انہوں نے دریافت فرمایا، کہ حجرہ شریف (علی صاحبھا الصلوۃ والسلام) کی خاک بھی لائے ہو یا نہیں۔ چونکہ وہ احقر کے پاس موجود تھی، اسلئے باادب پیش کی۔ نہایت وقعت وعظمت سے قبول فرما کر سرمہ میں ڈلوایا اور روزانہ بعد عشاء خواب استراحت فرماتے وقت اس سرمہ کو آخر وقت تک استعمال فرماتے رہے۔ اس قصہ سے عام خدام واقف ہیں۔ (الشھاب الثاقب صفحہ 52)

علامہ گنگوہی جو دیوبند کے چند گنے چنے علماء میں شامل ہیں اور بہت بڑے شیخ طریقت ہیں وہ روضۂ انور میں پڑی مٹی کو اتنا مقدس مانتے ہیں کہ اسے اپنے سرمہ میں شامل فرما کر آنکھوں کو منور

کرنے کا سامان بتاتے ہیں اور پھر اسے دم واپسیں تک آنکھوں میں ڈالتے ہیں۔ اور یہ کوئی راز کی بات نہیں آپ کے عام خدام کو اس بات کا علم ہے۔

سوال صرف یہ ہے کہ یہی عمل کوئی اور کرے تو ایسے نام نہاد علماء جو حضرت گنگوہی کے جوتے سیدھے کرنے کے قابل بھی نہیں ہیں وہ اسے شرک و بدعت قرار دینے میں ایک لمحہ کا توقف بھی نہیں کرتے۔ اگر انہیں کسی اور کا ادب ولحاظ نہیں ہے تو حضرت گنگوہی کا ہی ادب ولحاظ کر لیتے۔

مولانا مدنی کے بقول سید کل علیہ السلام کے روضہ اقدس کے غلاف مقدس کا ایک سبز ٹکڑا بھی علامہ گنگوہی کے پاس تھا۔ بروز جمعہ وہ اس کی عوام کو زیارت کراتے اسے آنکھوں پر لگاتے اور چومتے تھے پھر دوسروں کے سروں پر رکھتے اور ان کی آنکھوں سے لگاتے۔ الشہاب الثاقب صفحہ 52 پر اس کی تفصیل ہے۔

مشائخ کے طفیل سے دعا

مولانا حسین احمد مدنی اپنی کتاب "الشہاب الثاقب صفحہ 57" پر اپنے اکابر کا وسیلہ کے بارے میں عقیدہ تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مولانا گنگوہی اپنے متوسلین کو ہمیشہ توسل اولیائے طریقت کا ارشاد فرماتے رہے۔ اور شجرہ طیبہ خاندان چشتیہ قدوسیہ امدادیہ ان کو عطا فرماتے تھے۔ جس میں یہ الفاظ ہوتے تھے الٰہی بحرمت سیدنا مولانا فلاں بن فلاں۔

ہر سلسلہ کے شجرہ میں سید المرسلین علیہ السلام سے لے کر اپنے مرشد تک اسی طرح مختلف نام آتے ہیں۔ ان کی عزت وحرمت کا واسطہ دے کر اللہ کریم سے سوال ہوتا ہے اس شجرہ کا پڑھنے والا توسل اولیاء کا انکار کر ہی نہیں سکتا۔ حضرت گنگوہی اپنے متوسلین کو اس شجرہ کی کاپیاں دے رہے ہیں۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ آپ اولیائے کرام کے وسیلے کی تعلیم دے رہے ہیں۔

وسیلہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور علامہ حسین احمد مدنی

مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت اور آپ کے

توسل کی غرض سے ہونی چاہیئے ۔ بلکہ حیات نہ صرف روحانی ہے، جو کہ عام مومنین و شہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیات دینوی بلکہ بہت سے وجوہ سے اس سے قوی تر ہے آپ سے توسل نہ صرف وجود ظاہری کے زمانے میں کیا جاتا تھا۔ بلکہ برزخی وجود میں بھی کیا جانا چاہیئے ۔ محبوبِ حقیقی تک وصال اور اس کی رضا صرف آپ ہی کے ذریعے اور وسیلے سے ہوسکتی ہے اس وجہ سے میرے نزدیک یہی ہے کہ حج سے پہلے مدینہ جانا چاہیئے اور آپ کے توسل سے نعمت قبولیت حج و عمرہ کے حصول کی کوشش کرنی چاہیئے، خواہ مسجد کی نیت کر لی جائے خواہ نہ کی جائے۔ مگر اولیٰ یہی ہے کہ صرف جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی نیت کی جائے ۔ تا کہ لا تعملہ الّا زیارتی والی روایت پر عمل ہو جائے۔(مکتوبات شیخ الاسلام حصہ اول صفحہ 122)

ہم مشکوۃ کے حوالے سے یہ حدیث پیچھے نقل کر آئے ہیں کہ متعلقہ شخص مدینہ میں صرف حضور علیہ السلام کی زیارت کی نیت سے داخل ہوا۔ علامہ صاحب اسی حدیث کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں ۔ امام اعظمؒ نے فرض اور غیر فرض حج میں جو فرق کیا ہے علامہ وفور شوق میں اس پر بھی عمل نہیں فرمارہے کاش ان کے متبعین کو بھی اس کی توفیق مل جاتی۔

علامہ مدنی اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق آپ کی برزخی حیاتِ طیبہ کو آپ کی ظاہری حیات طیبہ سے بھی قوی قرار دے رہے ہیں۔ اہل سنت نے قرآن وسنت سے بے شمار دلائل دیئے ہیں اور ہمارا یہی عقیدہ ہے نام نہاد محققین کاش حضرت کی تحقیق کو اپنی نجات کا ذریعہ قرار دے کر اس پر عمل پیرا ہو جاتے۔

المھند میں بڑی تفصیل سے یہی عقیدہ علامہ خلیل احمد دیو بندی مہاجر مدنی نے بھی بیان کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ 6 مکتبہ تھانوی بندروڈ کراچی)

تصرفات اولیاء اور مولان اسماعیل دهلوی

سیدنا غوث اعظمؒ، سیدنا بہاؤالدین نقشبند اور سیدنا بختیار کاکیؒ نے کس طرح سید احمد بریلوی مرشد علامہ اسماعیل دہلوی کی دستگیری فرمائی ۔ مولانا اسماعیل کی زبانی سنیئے کیا نفیس بات کی ہے اور کس طرح اولیائے عالی مقام کے وصال کے بعد تصرف کا ذکر کیا ہے۔

اور آنجناب ہدایت مآبؒ کی توجہات کے لئے یمن سے جناب حضرت غوث الثقلین اور جناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی کی روح مقدس آپ کی متوجہ حال ہوئیں۔ اور قریباً ایک ماہ تک آپ کے حق میں ہر دو روحین مقدس کے مابین فی الجملہ تنازع رہا۔ کیونکہ ہر ایک ان دونوں عالی مقاموں میں سے اس امر کا تقاضا کرتا تھا۔ کہ آپ کو بتمامہ (پورے کا پورا) اپنی طرف جذب کرے۔ تا آنکہ تنازع کا زمانہ گزارنے اور شرکت پر صلح کے واقع ہونے کے بعد ایک دن ہر دو مقدس روحیں آپ پر جلوہ گر ہوئیں۔ اور قریباً ایک پہر کے عرصہ تک وہ دونوں امام آپ کے نفس نفیس پر توجہ قوی اور پر زور اثر ڈالتے رہے۔ پس اسی ایک پہر میں ہر دو طریقہ کی نسبت آپ کو نصیب ہوئی اور نسبت چشتیہ کا بیان اس طرح ہے کہ ایک دن آپ حضرت خواجہ، خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کا کی قدس سرہ العزیز کی مرقد منورہ کی طرف تشریف لے گئے اور ان کی مرقد مبارک پر بیٹھ گئے۔ اسی اثناء میں ان کی روح پر فتوح سے آپ کی ملاقات ہوئی اور آنجناب یعنی حضرت قطب الاقطاب نے آپ پر نہایت قوی توجہ کی اس توجہ کے سبب سے ابتداءً حصول نسبت چشتیہ کا ثابت ہو گیا۔ (صراط مستقیم صفحہ 242)

ناظرین کرام! عبارت کو بار بار پڑھئے اور نتائج خود اخذ فرمائیے، یہ شاہ اسماعیل دہلوی ثم بالاکوٹی ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ پوتے ہیں۔ ہمارے بھائی انہیں اپنا قائد مانتے ہیں۔ ان کی تقویۃ الایمان کتاب کے نام پر اپنی مساجد کے نام رکھتے ہیں۔ اور حضرت علامہ ساری باتیں ان کے خلاف اور ملت اسلامیہ کے حق میں کرتے جا رہے ہیں چلیں آپ کی خدمت میں کچھ ہم بھی عرض کر دیں۔

۱) مشائخ صدیوں پہلے وصال کے باوجود فیض دیتے ہیں۔

۲) ایک پہر (تین گھنٹے) خصوصی توجہ سے نواتے ہیں۔

۳) دونوں مشائخ میں سے ہر ایک سید احمد کو اپنے حلقے میں لانا چاہتا ہے۔

۴) مولانا اسماعیل، غوث اعظمؒ کو غوث الثقلین (دونوں اجناس جن وانس) کا فریادرس مانتے ہیں۔

۵) سیدنا بختیار کو وہ قطب الاقطاب مانتے ہیں۔

اللہ کرے ملت جعلی لوگوں سے ہٹ کر ان اصل غوثوں اور قطبوں کا دامن پکڑ لے۔ (آمین)

یہ بھی پتہ چلا کہ قبروں پر جا کر فیض حاصل کیا جا سکتا ہے تبھی تو جناب اسماعیل سید قطب الاقطاب کی قبر اقدس پر جا کر معتکف ہوئے اور فیض چشتیت کی بھیک مانگی۔ سیدنا قطب نے چشتی روایات کی لاج رکھتے ہوئے اتنی بھیک دی کہ لینے والا دنگ رہ گیا اور خوشی خوشی سلسلہ عالیہ سے منسلک ہو گیا۔

ابن قیم کی بھی سن لیں

علامہ ابن قیم علامہ تیمیہ کے مکتبہ فکر کے دوسرے بڑے امام ہیں۔ اور ہمارے دوست علامہ ابن تیمیہ کو ائمہ اربعہ پر بھی ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود اپنے آپ کو سیدنا امام احمد بن حنبلؒ کا مقلد کہتے ہیں۔

علامہ ابن قیم کا ارشاد سنیئے۔

''دینوی کامیابی ہو یا اخروی سعادت مکمل طور پر انبیاء و رسل کے ہاتھوں میں ہے''۔

(زاد المعادص جلد 1 صفحہ 28)

مطلب یہ ہوا کہ نبی و رسول دنیا میں بھی وسیلہ ہیں اور آخرت میں جنت بھی ان کے واسطے سے ملے گی۔ ملتِ بیضاء کا یہی عقیدہ ہے۔ جس کا اظہار علامہ فرما رہے ہیں اللہ کریم ہمارے ظاہر و باطن کو ایک فرما دے۔ (آمین)

فیوض نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، حیدریؓ، مجددیؒ اور مولانا حسین علی بھچروی

پنجاب میں کچھ عقائد مولانا حسین علی نے پیش فرما کر ایک نئی راہ نکالی اور ان کے موضوعات پر کافی بحثیں اور مناظرے ہوئے۔ اس طرح وہ ایک متنازع شخصیت کے روپ میں سامنے آئے۔ مگر قبروں سے فیوض حاصل کرنے اور مرنے والوں سے استفادہ میں انہوں نے بھی وہی کچھ کہا جو صدیوں سے علمائے اہل سنت کہتے آ رہے تھے۔ ان کی تفسیر کا نام بلغتہ الحیر ان ہے ہمارے سامنے ان کی زندگی میں چھپنے والی کتاب کا نسخہ موجود ہے یہ حمایت اسلام پریس لاہور نے چھاپی ہے صفحہ 10 پر عنوان ہے ''مبشرات'' مولانا فرماتے ہیں:

"ورئیت انه علیه الصلوۃ والسلام اخذنی فی حجرہ وادخل لسانه المبارک فی فمی القی العابه فی الفمی ورئیت علی رضی الله تعالیٰ عنه یا مرنی بتصنیف تفسیر القرآن فمی وقعدت عندمزار الامام الربانی فقال لی فی المکاشفة بیان مسئلة التوحید اعلیٰ درجة عن السلوک"o

ترجمہ: "میں نے دیکھا کہ سرکار علیہ السلام نے مجھے گود میں لے لیا ہے اور اپنی زبان مبارک میرے منہ میں ڈال دی ہے اور اپنا لعاب (بھی) میرے منہ میں ڈالا ہے اور میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ آپ مجھے قرآن پاک کی تفسیر پر ایک تصنیف کا حکم دے رہے ہیں۔ اور میں امام ربانی کے مزار کے پاس (مراقبہ میں) بیٹھا تو مکاشفہ میں انہوں نے مجھے مسئلہ توحید سلوک کے اعلیٰ انداز سے سمجھایا"۔

مولانا کے ان ارشادات سے پتہ چلا کہ:

۱) سید کل علیہ السلام زندہ ہیں، وہ حاضرین وغائبین کے مسائل کو جانتے ہیں، مولانا کو گود میں بیٹھاتے ہیں۔ زبان معطر ان کے منہ میں ڈالتے ہیں لعابِ دہن اقدس پلاتے ہیں۔ مولانا ان باتوں کو خیالات نہیں حقائق سمجھتے ہیں۔ اور یہ خواب یا مکاشفہ قرب مصطفویؐ کی دلیل سمجھتے ہیں مزید برآں

۲) قرآن کی تفسیر لکھنے کا حکم انہیں امام الاولیاء سیدنا حیدرؓ دیتے ہیں۔ یہ بھی اعزاز ہے مگر اس اعزاز کے ساتھ یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ زندہ ہیں اور احکام دے رہے ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ

۳) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندیؒ کے تصرفات بھی وصال کے بعد جوں کے توں باقی ہیں انہوں نے مولان کو مسئلہ توحید سلوک کے اعلیٰ انداز سے سمجھایا۔ کیا یہ باتیں مردے بھی کرا سکتے ہیں؟ کیا یہ انہی کی بات ہے؟ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ نہیں سنتے؟ کیا یہ وہی ہیں جو فائدہ نہیں پہنچا سکتے؟ پھر مولانا حسین علی کو تو ہر تین حضرات نے فائدہ پہنچایا۔

اب خود ہی فرمائیے کہ مولانا یہ فائدہ حاصل کر کے کیا بن گئے آپ کا فتویٰ انہیں کدھر دھکیل دے گا۔ ہم تو اتنا عرض کریں گے کہ۔

این گنا ہیست کہ در شہر شما نیز کنند

ابن تیمیہ توسل کو صحابہ کا اجماعی مسئلہ مانتے ہیں

عام الرمادۃ میں سیدنا فاروق اعظمؓ نے حضرت عباسؓ کے وسیلہ سے بارش کی دعا مانگی۔ جب کہ لاتعداد صحابہ موجود تھے اور کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ حضرت معاویہؓ نے اپنے دورِ حکومت میں مشہور صحابی حضرت یزید بن اسودؓ کے وسیلے سے دعا مانگی یہاں بھی صحابہ موجود تھے کسی نے اعتراح نہیں کیا، اس پر ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو۔ توسل والوسیلہ)

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی دعا میں جو باتفاق علماء حدیث صحیح اور مشہور کا درجہ رکھتی ہے مہاجرین وانصار کے عظیم اجتماع میں اس سال جو ''عام الرمادۃ'' کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت عباسؓ کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگی اور اس دعا کے موء ید تمام صحابہ تھے۔ اور کسی عالم نے اس کے مشہور ہونے کے باوجود اس کا رد نہیں کیا۔ یہ اقراری اجماع کی سب سے واضح ترین مثال ہے اور حضرت معاویہ بن ابوسفیانؓ نے بھی اپنے عہد میں اسی طرح کی دعا مانگی تھی۔ دونوں واقعات سے جو نتیجہ علامہ ابن تیمیہ نے نکالا اور جس طرح اسے صحابہ کا اجماع اقراری دیا اس ملت کا سب سے بڑا مجتہد قرار دیتے ہیں۔ لازم ہے کہ صحابہ کے اقراری اجماع پر عمل کرتے ہوئے کسی نبی یا غیر نبی کے وسیلے اور طفیل سے دعا کو جائز قرار دیں اراس پر عمل کریں۔

مولانا اشرف علی تھانوی کی رائے

علامہ ابن تیمیہ کا نظریہ پڑھ لینے کے بعد حضرت تھانوی نے جو اس حدیث سے مسئلہ اخذ فرمایا ہے وہ بھی پڑھ لیں۔

شائد کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

اس حدیث سے غیر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز نکلا جب کہ اس کو نبی کے ساتھ کچھ تعلق ہو۔ قرابت حسیہ کا یا قرابت معنویہ کا، تو توسل بالنبی علیہ السلام کی ایک صورت یہ بھی نکلی اور اہل فہم نے کہا ہے کہ اس پر متنبہ کرنے کے لئے حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کا توسل کیا نہ اس لئے کہ پیغمبر اسلام کے وصال کے بعد آپ کا وسیلہ ناجائز ہے جب کہ دوسری روایت سے اس کا جواز ثابت ہے اور

چونکہ اس توسل پر کسی صحابہ سے نکیر منقول نہیں اسلئے اس میں اجماع کے معنی آ گئے ۔ (نشر الطیب صفحہ 250 قاسمی دیو بند)

آپ نے ملاحظہ فرمایا مولانا فرماتے ہیں کہ وسیلہ صرف اس کا پکڑو جو سید کل سے حسی رشتہ (نسلی رشتہ) رکھتا ہو۔ یا روحانی رشتہ رکھتا ہو، ولی ہو یا عالم ہو۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ غیر نبی سے وسیلہ جائز ثابت کرنے کیلئے حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو وسیلہ بنایا اس کا یہ مطلب نہیں کہ سیدنا عمرؓ وصال کے بعد وسیلہ کے قائل نہیں تھے ۔ وہ تو قائل تھے تبھی تو ایک صحابی نے آکر آپ کو امام الانبیاء علیہ السلام کا پیغام دیا تو آپ رونے لگ گئے واقعہ گزر چکا ہے۔

آپ ہماری بات اگر نہیں مان سکتے تو حکیم الامت علامہ اشرف علی تھانوی کی ہی بات مان لیجئے ۔

امام شافعی اور فیوض قبور

چنانچہ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے قبر موسیٰ کاظم کی تریاق مجرب ہے، دعا قبول ہونے کیلئے (فتاوٰی عزیزیہ جلد 2 صفحہ 252)

ائمہ اربعہ وسیلہ کے قائل ہیں ہم تبرکاً امام شافعیؒ کا ارشاد ولی اللہ خاندان کے عظیم فرد حضرت شاہ عبدالعزیز کے حوالے سے نقل کر رہے ہیں یہ ارشاد امام سیوطی نے ابن ماجہ کے حاشیہ میں بھی نقل فرمایا ہے۔

امام اعظمؒ اور وسیلہ

امام اعظمؒ سے علوم قرآن وسنت کا بڑا عالم اسلامی تاریخ میں آج تک پیدا نہیں ہوا۔ وہ مجتہدین وائمہ میں ہر حیثیت سے اعظم ہیں ۔ سید العالمین علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت عالیہ میں جو اشعار عرض کیے ہیں ان میں سے صرف ایک شعر پیش خدمت ہے۔

انا طامع بالجود منک ولم یکن

لابی حنیفة فی الانام سواك

ترجمہ: ''یارسول اللہ! سلام اللہ علیک میں آپ کی عطا کا امیدوار ہوں اور اس بھری کائنات میں

آپ کے بغیر ابو حنیفہ کا اور کوئی نہیں ہے''۔

شاہ عبد العزیز کا ارشاد عالی

دراصل قبور سے استمداد کرنا ایسا امر ہے کہ مشائخ صوفیہ کہ اہل کشف و کمال سے ہیں ان کے نزدیک یہ کامل طور پر ثابت ہے حتیٰ کہ وہ حضرات کہتے ہیں کہ اکثر لوگوں کو ارواح سے فائدہ ہوا ہے۔(فتاوٰی عزیزیہ جلد 2 صفحہ 252)

حضرت نے مشائخ صوفیہ سے اس لئے ثابت فرمایا ہے کہ علمائے ظاہر اس راستے کے راہی نہیں ہیں۔ انہوں نے عالم برزخ صرف سن رکھا ہے اور مشائخ اس کے سیاح ہیں لہذا بات وہ صحیح ہے جو مشائخ فرما رہے ہیں۔

ان رواحِ قدسیہ سے ہر دور میں فیض جاری رہا ہے ہم گذشتہ اوراق میں علمائے دیوبند کے حوالوں سے بات واضح کر چکے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنی کتب میں جتنی تفصیل سے قبروں کے فیوض کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ مطالعہ کے قابل ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس اسلاف کی تحقیقات کو چراغِ راہ بنایا جائے تا کہ زندگی کی تاریک راہیں روشن ہوسکیں۔

حرف آخر

ہمارا مشن امت کا اتحاد ہے۔ اتحاد کی بنیاد قرآن وسنت ہے۔ جس پر امام الانبیاء علیہ السلام نے ملت کی تعمیر فرمائی ہے۔ آیئے عشقِ رسولؐ کا جھنڈا لیکر قرآن وسنت کے فرامین کی روشنی میں جادہ، حیات طے کریں۔ تاکہ منزل مقصود پر پہنچ سکیں۔ ہمارا اتحاد باطل طاقتوں کے غرور کو خاک میں ملا دے گا۔ ہمارا ورڈ لڈآڈر فرمودہ خدا اور عطائے مصطفیٰ علیہ السلام ہے۔

"فاعتصموا بحبل الله جميعا" ٥ "عليكم بسنتي" ٥

ہمارا منشور ہے اے ہمارے کریم رب ہمیں قرآن وسنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما۔ آمین بجاالنبی الامین۔

ہم نے صرف اور صرف مختلف مسائل کو قرآ وسنت کے نور سے دیکھا ہے کسی مکتب فکر کو کسی انداز سے بھی قلب ونظر پر چھا جانے کی اجازت نہیں دی۔ اللہ کریم اس حقیر سی سعی کو قبول فرمالے۔ (آمین ثم آمین یارب العالمین)

فقیر سید محمد ذکر حسین شاہ سیالوی
جامعۃ الزہراء اہل سنت (رجسٹرڈ) عثمان غنی کالونی مصریال روڈ
صدر راولپنڈی کینٹ فون: 5586329

منگل 18 صفر 1421ھ

23 مئی 2000ء